

دل پہ لگے زخم
از قلم ثمرین شاہد
مکمل ناول

ناول بینک ویب پر شائع ہونے والے تمام ناولز کے جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہے۔ خلاف ورزی کرنے والے کے خلاف قانونی چارہ جوئی کی جا سکتی ہے۔ اگر آپ اپنی تحریر ناول بینک پر شائع کروانا چاہتے ہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں سینڈ کر دیں۔ آپ کی تحریر ناول بینک ویب پر شائع کر دی جائے گی۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

E-mail : pdfnovelbank@gmail.com

WhatsApp : 92 306 1756508

ناول بینک انتظامیہ

“ بولو! میں کچھ پوچھ رہا ہوں تم سے؟ کہاں گئی تھی تم؟

زارا اس کے اچانک استفسار پر بوکھلا سی گئی۔ وہ اندر داخل ہوئی تو زبیر نے دروازہ بند کرتے ہی اس کے ہاتھ کو دبوچ لیا۔ اس کی سخت گرفت اُسے اذیت دینے لگی تو اس نے آنسوؤں کے درمیان کہا۔

visit for more novels:
www.urdu-novelbank.com

”زبیر چھوڑیں میرا ہاتھ۔ مجھے درد ہو رہا ہے۔“

اپنا بازو چھڑوانے کی کوشش میں اس کے ہاتھ پر پھر ایک نئے زخم کا اضافہ ہوا تھا۔ آنسوؤں کے قطرے موتیوں کی شکل میں اس کی آنکھوں سے نکل کر رخسار پر بہہ رہے تھے۔

”کچھ پوچھا ہے تم سے، بتاؤ مجھے کہاں گئی تھی؟“

زبیر اپنی گرفت مضبوط کرتے ہوئے آنکھوں میں بے پناہ غصہ اور حقارت لیے بولا۔

زارا کی حلق سے ایک دل خراش چیخ نکلی۔ اس نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے منہ پر رکھ کر
بمشکل مزید چیخ کو باہر آنے سے روکا۔

اسے خاموش دیکھ کر زبیر نے ایک جھٹکے سے اس کا بازو چھوڑ دیا اور ڈگ بھرتے ہوئے گھر سے باہر نکل گیا جبکہ زارا وہیں بیٹھتی چلی گئی۔ روز روز کی اذیت اُسے موت کی طرف دھکیل رہی تھی اور وہ اس تکلیف کو سہنے کے علاوہ کچھ بھی نہیں کر سکتی تھی۔ زبیر احمد سے اس کی شادی کو چھ ماہ ہی ہوئے تھے۔ پہلے دن سے ہی وہ اس پر شک کرتا اسے مارتا پیٹتا، کسی سے بات کرتا دیکھ کے اس سے طرح طرح کے سوال کرتا اور وہ ‘

رونے دھونے اور اپنے ناکردہ گناہوں کی معافی مانگنے کے سوا کچھ بھی نہیں کر سکتی تھی۔ اس بھری دنیا میں فی الحال وہ ہی اس کا واحد سہارا تھا لیکن کب تک وہ اس کے

دیے زخموں کو برداشت کر سکتی تھی۔ کبھی نہ کبھی تو اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہونا ہی تھا۔

زارا، عباس مرزا کی اکلوتی بیٹی تھی اس کی ماں رقیہ عباس اس کی پیدائش کے وقت دنیا سے چل بسی تھیں۔ اس کی پرورش عباس مرزا نے بڑے انوکھے انداز میں کی۔ اسے ایک کانٹا بھی چبھ جاتا تو وہ پریشان ہو جاتے اور اس کی ناز نخرے اٹھاتے مگر خدا کا کرنا یہ ہوا کہ اس کے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی وہ بھی اس خاکی دنیا سے رخصت ہو گئے اور زارا بے چاری اس مطلبی دنیا میں اکیلی رہ گئی۔ بڑی پھپھو سے کئی سالوں سے کوئی رابطہ نہیں تھا۔ شاید پردیس جا کے وہ انھیں بھول گئی تھیں جبکہ اس کی چھوٹی پھوپھو نے پہلے تو اس کے سر پر شفقت بھرا ہاتھ رکھا پھر اس کے بابا کی ساری دولت خود سمیٹ کر اس بے چاری کے ساتھ نوکروں سے بھی بدتر سلوک کیا۔ وہ اس سے گھر کے سارے کام کروانے کے باوجود بھی رات دن اسے لعن طعن کرتیں اور ایک دن اسے زیر

احمد کے ساتھ نکاح کے بندھن میں باندھ دیا جو اس سے عمر میں کافی بڑا اور سخت گیر تھا اس طرح انھیں اس بوجھ سے بھی چھٹکارہ مل گیا۔



کچھ دیر وہاں بیٹھ کر رونے کے بعد جب وہ تھک گئی تو آنسو پونچھتی اٹھ گئی اور کچن میں چلی آئی۔ اب اسے رات کے کھانے کی تیاری کرنی تھی۔ بازوؤں پر ناخن لگنے کے باعث اس جگہ سے خون رس کر جم چکا تھا اُسے اپنے اس زندگی سے بہت سے شکوے تھے مگر وہ بے بس تھی۔ زبیر جیسے شوہر کے ساتھ رہنا نہایت ہی مشکل تھا جو ذہنی عارضے کا شکار تھا لیکن اس کے علاوہ اس کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ اس کی چھوٹی پھوپھو جان نے زندگی اس پر تنگ کر دی تھی۔ وہ یہاں سے کس کے پاس جاتی۔ اب رشتے دار کے نام پر بس ایک پھوپھی بچی تھیں جو اس کے حال سے ناواقف تھیں اور اس وقت بیرون ملک

میں مقیم تھیں۔ جنہیں اس نے اپنے والد کی زندگی میں دیکھا تھا۔ یتیمی نے وہ سارے رشتے ختم کر دیے تھے۔ وہ یہی سوچ کے رہ جاتی تھی کہ جس کے ماں باپ اس دنیا سے چلے جاتے ہیں تو پیچھے کچھ نہیں بچتا اور یتیمی نے اس سے بھی جینے کا حق چھین لیا تھا۔ وہ اس بھری دنیا میں بالکل تنہا رہ گئی تھی۔

کھانا تیار کر کے ٹیبل پر رکھنے کے بعد وہ زبیر کا انتظار کرنے لگی۔ وہ سارا دن جہاں بھی رہے رات کے وقت لوٹ آتا تھا۔ ایسا بہت کم ہوتا کہ وہ نارمل انداز میں بات کرتا تھا ورنہ زیادہ تر وہ غصے کی حالت میں ہی پایا جاتا تھا۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

صبح پڑوس میں صاعقہ خالہ کی طبیعت کافی بگڑ گئی تھی اور ان کا پوتا اسے بلانے آیا تو وہ کچھ سوچے سمجھے بغیر ان کی طرف چلی گئی تھی۔ اس نے تو ایک بھلائی کی تھی لیکن وہ بھلائی اس پر بھاری پڑ گئی۔ زبیر نے اچانک چلانے پر وہ اتنا ڈر گئی کہ وہ بتا ہی نہیں پائی کہ وہ ایک بیمار کی عیادت کے لیے گئی تھی۔

دروازے پر دستک ہوئی تو وہ سوچوں کے یلغار سے باہر نکل آئی اور جلدی سے جا کر دروازہ کھول دیا۔

ایک ہاتھ میں جیکٹ لیے زیر لڑکھڑاتے ہوئے اسے سامنے سے ہٹاتے اندر داخل ہوا۔

زارا بے بسی سے لب کانٹے رہ گئی پھر دروازہ بند کرتی وہ اس کے پیچھے چلی آئی۔ وہ آج پھر سے نشے میں دھت آیا تھا۔ اس نے بچپن میں سنا تھا کہ نشہ کرنا حرام ہے۔ قبل از اسلام لوگ بہت سی برائیوں میں مبتلا تھے اس میں ایک حرام کام نشہ کرنا تھا لیکن اسلام نے تمام بُری باتوں سے مسلمانوں کو باز رہنے کا حکم دیا۔ ہر اس شے کے قریب جانے سے منع کر دیا جس سے بہکنے کا اندیشہ ہو۔

مگر اسے ایک ایسا ہمسفر ملا تھا جو آئے روز نشے کی حالت میں گھر آتا تھا اور اس پر ہاتھ اٹھاتا تھا۔ ہر لڑکی کی طرح اس کی بھی خواہش تھی کہ اس کا شوہر اس کا محافظ اس کا خیال رکھے۔ اس کے لاڈ اٹھائے اور سب سے بڑھ کر دین کا پیروکار ہو۔ مگر اس کی یہ

خواہش کانچ کی طرح ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو گئی تھی۔ وہ اپنے رب کی ناشکری کرنے والوں میں سے نہیں تھی۔ وہ اس آزمائش میں کھری اترنے کی اپنی پوری کوشش کرتی تھی۔



پورا دن کام کر کے اس کی ہمت جواب دینے لگی۔ دھلے کپڑوں کو سمیٹ کر وہ کھڑکی کے قریب چلی آئی۔ بہار کے اس موسم میں ہر طرف ہریالی ہی ہریالی تھی۔ ٹھنڈی ہوائیں چلنے کی وجہ سے موسم خوشگوار ہو گیا تھا لیکن اس کے باوجود بھی اس کے اندر ایک عجیب سی اداسی تھی۔

جب دل اندر سے زخمی ہو اور اندر کا موسم خار دار ہو تو باہر کی رنگینیاں بھی انسان کے اندر کوئی خاص تبدیلی نہیں لاتی ہے اور اس نے تو کتنے دکھ جھیلے تھے اس نے دکھی دل سے سوچا۔

دو دن کے لیے زبیر شہر سے باہر گیا ہوا تھا اس کے جاتے ہی چار کمروں کا یہ مکان اسے کسی آسیب کی طرح خوف زدہ کرنے لگا۔

وہ تنہائی کا شکار تھی اور اس تنہائی کو دور کرنے کے لیے وہ اپنے ساتھ کوئی ملازمہ بھی نہیں رکھ سکتی تھی کیوں کہ زبیر کو پسند نہیں تھا۔

وہ بے دلی سے وہاں سے اٹھ کر کمرے میں چلی آئی۔ دھلے کپڑے تہ کمر کے الماری میں رکھے اور کھانا کھا کر لیٹ گئی لیکن نیند کسی روٹھی محبوبہ کی طرح اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ پوری رات کروٹیں بدلتے گزر گئی۔ جب زبیر ہوتا تھا تو کم از کم وہ سو تو جاتی تھی

لیکن اس کی غیر موجودگی میں اسے اکیلے گھر سے خوف محسوس ہو رہا تھا۔

فجر کے وقت نماز پڑھنے کے بعد وہ کام سے جلدی فارغ ہوئی اور کھڑکی کے سامنے آ کے بیٹھ گئی۔ نیند نہ آنے کی وجہ سے اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ لاکھ کوششوں کے

باوجود بھی وہ بمشکل ایک دو گھنٹے ہی سو پائی تھی اور آج تو وہ نیند میں ڈر گئی تھی کوئی اُسے پکار رہا تھا مگر پورا گھر خالی پڑا تھا۔

وہ باہر کھیلتے بچوں کو دیکھ رہی تھی کہ اچانک اس کی نظر وہاں کھڑے ایک لڑکے پر پڑی جو بغور اسے ہی دیکھ رہا تھا اس نے جلدی سے اپنی نظریں جھکالی جب مسلسل خود پر اس کی نظروں کی تنیش محسوس کرنے لگی تو وہ وہاں سے اُٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی پتہ نہیں وہ مجھے کیوں گھور رہا تھا۔ اگر زبیر دیکھ لیتے تو پھر سے ایک نیا تماشہ لگ جاتا۔۔۔ یہ سوچ کر ہی اسے جھر جھری آگئی۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

زبیر آگئے تو پھر سے وہی رویہ ".....! وہ اس کے اگے کچھ سوچنا اسے اداس کر دیتا تھا۔ ہر اُس سوچ سے کنارہ چاہتی تھی جو اس کے زخموں پر نمک کام کرے۔

رات میں زبیر نے کال کر کے بتایا کہ وہ مزید کچھ دن نہیں آپائے گا اس کی غیر موجودگی میں وہ گھر سے کہیں باہر نہ نکلے اور نہ کسی سے بات نہ کرے۔

اس کی باتیں اسے چابک کی طرح لگی تھیں جسے سنتے ہی اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

اُسے اپنی ناقدری پر رہ رہ کر رونا آتا تھا۔ وہ سوچتی تھی کہ جس طرح بچے رو دھو کر، ضد کر کے اپنی بات منوالیتے ہیں کاش وہ بھی رو کر ضد کر کے زبیر کو اپنے ہونے کا احساس دلا سکے۔ لیکن اس کے بے شمار آنسو بھی اس پتھر صفت آدمی کے دل کو موم کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے تھے ورنہ وہ اُس پر اس طرح ظلم نہیں کرتا۔ اس نے اس کی ہر بات مانی تھی۔ خود کو اس کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تھا لیکن اتنے مہینوں میں وہ یہ سمجھ نہیں پائی تھی کہ آخر وہ ایسا کیوں ہے۔ زبیر کے اس رویے کے پیچھے کیا وجہ ہے اور ان سب میں اس کی کیا غلطی ہے۔

وہ ہر لحاظ سے خوبصورت تھی ایک سلیقہ شعار، وفادار۔ شادابی رنگت کی حامل لڑکی۔ اس کے بھورے لمبے ریشمی بال کمر سے نیچے تک آتے تھے۔ اس کی بڑی بڑی خوبصورت

از قلم ثمرین شاہد

URDU NOVEL BANK

دل پہ لگے زخم

آنکھیں جو بنا میک اپ کے بنا بھی بلا کی حسین تھیں۔ اگر کوئی اسے ایک بار دیکھ لیتا تھا تو اس کا دیوانہ ہو جاتا۔

ان سب کے علاوہ وہ نرم دل تھی۔ دوسروں سے محبت کرنے والی، ان کی تکلیف میں رو دینے والی پھر اسے زبیر جیسا سا تھی کیوں ملا تھا جسے اس کی قدر ہی نہیں تھی۔

اب اگر کوئی روح تک رسائی حاصل کرتا تو اس کے دل میں چھپے دکھوں کا یہ محل دیکھ کر ایک بار ضرور اشک بار ہوتا۔

★★★★★

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

وہ کچن میں کھڑی جلدی جلدی پین کیک بنا رہی تھی جب دروازے پر بیل ہوئی۔

اس وقت کون ہوگا؟“ اس نے دل میں سوچا۔ دوبارہ بیل کی آواز سنتے ہی اس نے جلدی سے کیک کو اوون میں ڈالا۔ ٹائم سیٹ کر کے وہ تیزی سے کچن سے نکل کر تقریباً بھاگتی ہوئی دروازے تک آئی۔

"کون.....کون ہے؟"

اس نے دو بار پوچھا لیکن کوئی جواب نہیں ملا۔ آنے والا جیسے گونگا تھا۔ وہ اندر ہی اندر ڈر بھی رہی تھی کہ کہیں کوئی چوراچکا تو نہیں۔

بولتے کیوں نہیں..... کون ہے دروازے پر؟“ اس نے دُتے دُتے پوچھا۔

"!!...آپ کا نیا ہمسایہ"

فون پر بات کرتا لڑکے نے موبائل کو ٹراؤزر کی جیب میں اڑستے ہوئے مصروف سے انداز میں کہا جبکہ زارا مردانہ آواز سن کے حیران ہوئی ۔

"دیکھیں! آپ جو کوئی بھی ہیں مہربانی کر کے یہاں سے چلے جائیں۔"

اس نے دو ٹوک انداز میں کہا۔

ارے میں آپ کے شوہر سے بات کرنے یا راہ و رسم بڑھانے نہیں آیا اور میں خود بھی آپ کو تنگ نہیں کرتا محترمہ !! لیکن میں چائے بنانے لگا تھا اور دودھ ختم ہو گیا ہے - میں دو دن پہلے ہی یہاں رہنے آیا ہوں مجھے اس جگہ کا کچھ خاص آتا پتا نہیں ہے اس لیے آپ مجھے تھوڑا سا دودھ ادھار دے دیں - میں لوٹا دوں گا پکا۔

اس نے بولنا شروع کیا تو بنا بریک کے بولتا چلا گیا۔

وہ پوری کہانی سننے میں ذرا بھی دلچسپی نہیں رکھتی تھی اس نے دروازے کو کھول کر اپنا
www.urdu-novel-bank.com
چہرہ باہر نکالا اور اس کا سر تا پیر جائزہ لینے لگی۔ جو ف سی ٹی شرٹ اور بیلو جینز میں
تھا۔ یہ وہی شخص تھا جسے وہ کل بچوں کے ساتھ کھڑا دیکھ چکی تھی۔

سوری!! دودھ ختم ہو گیا ہے۔ "اس نے دروازہ اس کے منہ پر بند کرنا چاہا لیکن سامنے کھڑے نوجوان نے اپنا بازو دروازے کے درمیان حائل کر کے دروازہ بند ہونے سے روک دیا۔

"آپ اس طرح منع نہیں کر سکتی جبکہ میں نے کہا بھی ہے کہ میں آپ کو لوٹا دوں گا۔" اس نے برہم ہو کے کہا جیسے وہ رکھتے ہوئے جھوٹ بول رہی ہو۔

وہ واقعی ڈھیٹ تھا وہاں سے ہلنے کا نام نہیں لے رہا تھا وہ جتنا چاہتی تھی کہ اسے جلدی سے فارغ کرے اتنا ہی وہ یہاں ڈٹ کر بحث کرنے پر اتر آیا تھا۔

اس نے سامنے کھڑے شخص کو گھوری سے نوازا پھر بنا کچھ کہے اندر چلی گئی۔

"عجیب لڑکی ہے ہمسایہ مدد مانگنے آیا ہے۔ وہ بھی ادھار..... لڑنے ہی لگ گئی۔"

اس نے خود کلامی کی اور اس کا آنے کا انتظار کرنے لگا۔

کچھ دیر بعد جب لوٹی تو اس کے ہاتھ میں چائے کا ایک کپ تھا۔ وہ اسے تمھاتے ہوئے باور کرنے لگی۔

”اسے لو اور آئندہ اپنی شکل مت دکھانا۔“

اس نے کہتے ساتھ ہی زور سے دروازہ اس کے منہ پر بند کر دیا۔

یہ سراسر اس کی بے عزتی تھی اور بہت ڈھٹائی سے کی گئی تھی۔

” شیرینی نہ ہو تو..... ہونہ۔“

چائے پینی نہ ہوتی تو میں اس بدتمیز کے منہ ہی نہ لگتا۔ کیسے لوگ بستے ہیں یہاں

ہمارے گھر کوئی آئے تو ہم مہمانوں اور ہمسائے کی ایسی خاطر داری کرتے ہیں کہ ان کی سات نسلیں یاد رکھیں۔ چائے اور کھانا کھلا کے بھیجتے ہیں۔ مگر یہ توبہ ہے قسم سے۔ ”وہ

اپنی تذلیل پر بڑبڑاتے ہوئے اپنے گھر کی سمت چل دیا جبکہ اس مصیبت سے جان چھوٹنے پر زارا کی جان میں جان آئی تھی۔

شکر ہے چلا گیا۔ پتا نہیں کہاں سے آگیا تھا۔ ”ایک گہرا سانس خارج کرتے اس نے خود کلامی کی۔

اس نے اپنے لیے جو چائے بنائی تھی وہ بھی اب اُسے دے چکی تھی۔ اس کے نان اسٹاپ بولنے پر وہ حیران بھی ہوئی تھی۔ پتا نہیں کیا کھا کے آیا تھا کہ ایک بار بولنا شروع کیا تو پھر بولتا ہی چلا گیا۔

انہی سوچوں میں غلطاں تھی کہ عجیب سی بو اس کے نٹھنوں سے ٹکرائی اور وہ تقریباً اچھل پڑی۔ تیزی سے کچن میں آتے ہی اس نے اوؤن بند کر دیا اور پین نکال کے دیکھا تو پورا کیک جل گیا تھا۔

” لگتا ہے کوئی جن بھوت ہی تھا۔ ”

پہلے چائے اور اب کیک سے ہاتھ دھونے پر اسے جن بھوت کے القاب سے نوازتی وہ بے دلی سے اس جلے کیک کو اٹھا کے کھڑکی کے قریب لے آئی تاکہ چڑیوں کا کھانا بن سکے لیکن شاید ہی وہ اسے کھائیں۔

اب میں کیا کھاؤں؟“ صبح سے بھوک کی شدت سے بے حال تھی اس وقت اسے حقیقتاً رونا آیا۔

اتنے دنوں بعد وہ اپنی پسند کا کچھ بنا رہی تھی اور وہ بھی جل گیا تھا۔ بھوک کے مارے اس کے پیٹ میں چوہے کو دینے لگیں۔

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

وہ اسنیک وغیرہ ڈھونڈنے کی نیت سے واپس کچن میں آئی مگر سب کچھ خالی پڑا تھا۔ کچھ دیر کی تلاشی کے بعد اسے ایک برنی میں چند بسکٹ ہی ملے تھے۔

وہ وہیں میز پر چڑھ کے بیٹھ گئی اور انھیں ہی کھانے لگی تاکہ بھوک میں کچھ افاقہ ہو۔

گھر کا سودا ختم ہو گیا تھا اور زبیر اب تک گھر نہیں آیا تھا۔ ناجانے وہ کب آتا۔ وہ باہر کسی کام سے جاتا تھا تو واپس کئی کئی دنوں بعد ہی لوٹتا تھا۔ اس کے پاس کچھ پیسے تھے لیکن خریداری کے لیے گھر سے باہر جانا پڑتا اور وہ اکیلے جانے کا رسک نہیں لے سکتی تھی۔

”اب میں کیا کروں؟“

اس نے شہادت کی انگلی گال پر دھرے سوچا اور زبیر سے بات کرنے کے ارادے سے لاؤنج کی جانب بڑھ گئی۔ گھر میں لگے لینڈ لائن کا ریسور اٹھا کے اس کا نمبر ملانے کے دوران اپنے ذہن میں الفاظ کو ترتیب دینے لگی کہ اسے کیا کہنا ہے۔

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

” کچھ بولو گی یا میرا وقت برباد کرنے کے لیے فون کیا ہے؟ “

”!.....وہ....وہ میں پوچھنا چاہتا تھا“

کیا وہ میں لگا رکھا ہے جو بولنا ہے جلدی بولو! میرے پاس اتنا فضول وقت نہیں ہے کہ
 "فون کان سے لگائے کھڑا رہوں۔"

زبیر کے لہجے میں سختی اور بے زاری نمایاں تھی۔

میں آپ سے باہر جانے کی اجازت لینا چاہتی تھی زبیر " !زارا نے لب بھینچے اصل مدعا بیان کیا۔

www.urduovelbank.com

”کیوں.....؟ کیوں جانا ہے باہر۔“

اس کے باہر جانے کا سن کر اس نے برہم ہوتے ہوئے پوچھا۔

گھر کا سودا ختم ہو گیا ہے اور..... اور آپ نہیں میں تو میں بس چاہتی تھی کہ جا کے لے آؤں -

اسے غصے میں دیکھ کر اس نے وضاحت دی ۔

”ٹھیک ہے چلی جاؤ۔ صاعقہ خالہ کو ساتھ لیتے جانا اور پیسے وہیں دراز میں پڑے
 ”ہیں وہ لے جانا۔“

آخری جملہ مکمل کرتے ہی دوسری طرف سے لائن کٹ گئی تھی۔

وہ بت بنے کھڑی فون دیکھ رہی تھی اور حیران بھی تھی کہ اتنی جلدی وہ مان کیسے گیا تھا اور وہ صاعقہ خالہ کے ساتھ کیسے جاتی وہ تو خود بیمار تھیں۔

”میں ایک بار پوچھ لیتی ہوں اگر اکیلے گئی تو یقیناً زبیر ناراض ہو جائیں گے۔“

اس نے جلدی سے کپڑے تبدیل کر کے ایک بڑی سے چادر اوڑھ لی اور الماری کی دراز میں پڑے پیسے جو زبیر نے بتائے تھے اپنے پرس میں رکھ کے دروازہ لاک کرنے کے بعد صاعقہ خالہ کے گھر کی سمت بڑھ گئی۔ باہر نکلتے ہی ٹھنڈی ہوا نے اس کا استقبال کیا تھا تو اس کے رگ و پے میں خوشی سرایت کر گئی۔ چند قدم کا فاصلہ طے کرتے وہ

صاعقہ خالہ کے گھر کے باہر کھڑی تھی - دو تین بار دستک دینے کے باوجود کوئی جواب نہیں ملا تو اس نے آس پاس نظریں دوڑائیں اتنے میں ان کا پوتا راحت دوڑتے ہوئے وہاں پہنچا تھا۔

”کیا ہوا اپنا.... آپ یہاں؟ آپ اکیلی آئی ہیں۔ زیر انکل نہیں آئے آپ کے“

راحت نے اسے تنہا دیکھ کے دائیں بائیں نظریں دوڑائیں اور ایک ساتھ اتنے سوالات پوچھ لیے ویسے تو وہ بمشکل ہی گھر سے باہر نکلتی تھی ، دو تین بار وہ اس کے گھر آئی تھی تو تب بھی زبیر اس کے ساتھ ہی تھا ۔

”!وہ شہر سے باہر گئے ہیں چھوٹو“

پتہ نہیں کب آئیں - تمہاری دادی جان گھر پر نہیں ہیں کیا؟ میں کب سے دروازہ ٹوک کر رہی ہوں لیکن کوئی جواب نہیں مل رہا۔

وہ سامنے کھڑے سات آٹھ سالہ راحت کے دائیں گال کو پیار سے چھوتے ہوئے اس سے پوچھ رہی تھی ۔

”نہیں اپیا! دادی جان تو گھر میں نہیں ہیں۔ وہ ساتھ والے گھر نئے آنکل آئے ہیں
نا وہ ان کے گھر گئی ہیں۔ اس بچے نے انگلی سے اس مکان کی طرف اشارہ کرتے
ہوئے اسے بتایا جہاں کچھ دن پہلے نیا ہمسایہ رہنے آیا تھا اور اسی کے مرہون منت اسے
آج بھوکا رہنا پڑا تھا۔

” اچھا چھوٹے! کیا تم انھیں بلا دو گے؟ “

visit for more novels: www.urdu-novelbank.com

اس نے راحت کو صائقہ خاتون کو بلانے کا کہا تو وہ اثبات میں سر ہلاتے وہاں سے چلا گیا۔ وہ وہاں نہیں جانا چاہتی تھی اس لیے وہیں کھڑی ان کا انتظار کرنے لگی اور اس کی نظریں آس پاس کھیلنے بچوں پر ٹھہر گئیں۔ اسے آج بھی وہ دن یاد تھا جب وہ گھر میں اپنے بابا کے ساتھ کھیلا کرتی تھی اور وہ اس کے تمام دوستوں کو گھر پر ہی بلا لیا کرتے

تھے۔ وہ دن اسے کسی نعمت سے کم نہیں لگتے تھے وہ خود کو دُنیا کی سب سے خوش قسمت لڑکی سمجھتی تھی لیکن جب اسے پیار دینے والے بابا سپرد خاک ہوئے تو اس کی دُنیا ہی بدل گئی۔ پھولوں کے درمیان رہنے والی جسے زارا کو کانٹوں کی چبھن کا احساس تک نہیں تھا۔ محبت میں پلی بڑھی اس معصوم سی پری کے دامن میں جو کانٹے اُگے تھے اس نے اس کی روح کو بھی زخمی کر دیا تھا۔ اس کا غم کسی سمندر کی گہرائی کی طرح اس کے اندر موجیں مار رہا تھا جو اس کے وجود کو اپنی لہروں میں پھنسا لے اسے ساحل سے بہت دور تک لے جاتا اور وہ بے بسی سے خود کو اس بھنور کے زد میں دیکھ کر بھی

visit for more novels:
www.urdu-novelbank.com

کچھ نہیں کر پاتی تھی۔

صاعقہ خالہ اس گھر میں بیٹھیں اپنے نئے ہمسائے سے بات کر رہی تھیں۔

بیٹا تم یہاں اکیلے ہی رہ رہے - تمہاری فیملی نہیں آئی تمہارے ساتھ ، کیا وہ بعد میں " آئی گی ؟

”نہیں آنٹی!! میں نے یہ گھر نیا لیا ہے بس اسے دیکھنے کے لیے یہاں آیا تھا، کچھ
 ”دنوں میں چلا جاؤں گا۔“

جب سے وہ اس کے گھر آئی تھیں سوال پہ سوال ہی کیے جا رہی تھیں۔ اس نے کچن سے نکل کے پلیٹ میز پر رکھ دی اور خود ساتھ والے صوفے پر بیٹھتے ہوئے انھیں بتایا۔

”یہ کیا بات ہوئی۔ بیوی بچوں کو وہاں تنہا چھوڑ کے تم اکیلے ہی چلے آئے۔“

ان کی سوئی ایک ہی جگہ پر اٹکی تھی۔

”نہیں..... نہیں آنٹی! آپ غلط سمجھ رہی ہیں۔ میری تو خیر سے ابھی شادی بھی
”نہیں ہوئی۔“

اس نے شرماتے ہوئے گردن کو نفی میں ہلاتے ہوئے مسکرا کے انھیں آگاہ کیا ورنہ وہ اسے ایک غیر ذمہ دار انسان سمجھ بیٹھی تھیں۔

”یہ کھائیں ناپلیز! گھر میں دودھ ختم ہو گیا ہے ورنہ آپ کو چائے ضرور پلاتا۔“

”نہیں بیٹا! میں یہ سب نہیں کھا سکتی میرا بلڈ پریشر بڑھا رہتا ہے اور چائے میں زیادہ پیتی نہیں۔“

انھوں نے اپنی بیماری کا تذکرہ کرتے ہوئے صاف انکار کر دیا تو اس نے پلیٹ سے کچھ نلکو اٹھا کے اپنے منہ میں ڈال لیے۔

“ میری صبح آپ سے بات ہوئی تھی آنٹی! تو آپ چل رہی ہیں نا میرے ساتھ؟ ”

اس نے پہلے سے طے ہوئی گفتگو کا حوالے دیتے ہوئے پوچھا۔

بالکل..... بالکل! تم یہاں نئے ہو۔ تمہیں مدد کی ضرورت پڑے تو میں منع کیسے
”کر سکتی ہوں۔“

انھوں نے خوش دلی سے کہتے ہوئے مسکرا کے اس کی جانب دیکھا۔

”!!! دادی جان دادی جان“

اتنے میں راحت انھیں آواز لگاتا دوڑتا ہوا ان کے پاس چلا آیا۔

ارے دادی کی جان! آپ اس طرح دوڑ کیوں رہے اگر چوٹ لگ جاتی تو، بیٹا اچھے ”
” بچے اس طرح نہیں دوڑتے۔

انہوں نے اسے دیکھتے ہی ہاتھ بڑھا کے اسے خود سے قریب کیا اور پیار سے سمجھانے لگیں۔

”دادی جان..... زارا اپیا آپ کو ڈھونڈ رہی تھیں آپ سے کچھ کام تھا شاید انھیں“

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

اس نے پھولے ہوئے سانس کے درمیان انھیں بتایا۔ وہ خاموشی سے بیٹھا نملو کھاتے
ان دونوں کی گفتگو سن رہا تھا اس نے جلدی سے اٹھ کے میز سے پانی کا گلاس لے کر
اسے تمہا دیا۔

”یہ لو چھوٹو اسے پی لو۔“

بچے نے فوراً سے گلاس پکڑ لیا اور دیکھتے ہی دیکھتے پورا گلاس خالی کر کے خالی گلاس سامنے کھڑے نوجوان کو واپس تھما کے ایک بار پھر سے اپنی دادی سے مخاطب ہوا۔

”چلیں نادادی جان! مجھے کھیلنا بھی ہے۔ میرے دوست انتظار کر رہے ہوں گے۔“

”اچھا تو بیٹا اب میں چلتی ہوں، دیکھوں تو ذرا زارا بچے کو کیا کام ہے۔“

وہ اس سے اجازت مانگتی کھڑی ہو گئیں۔

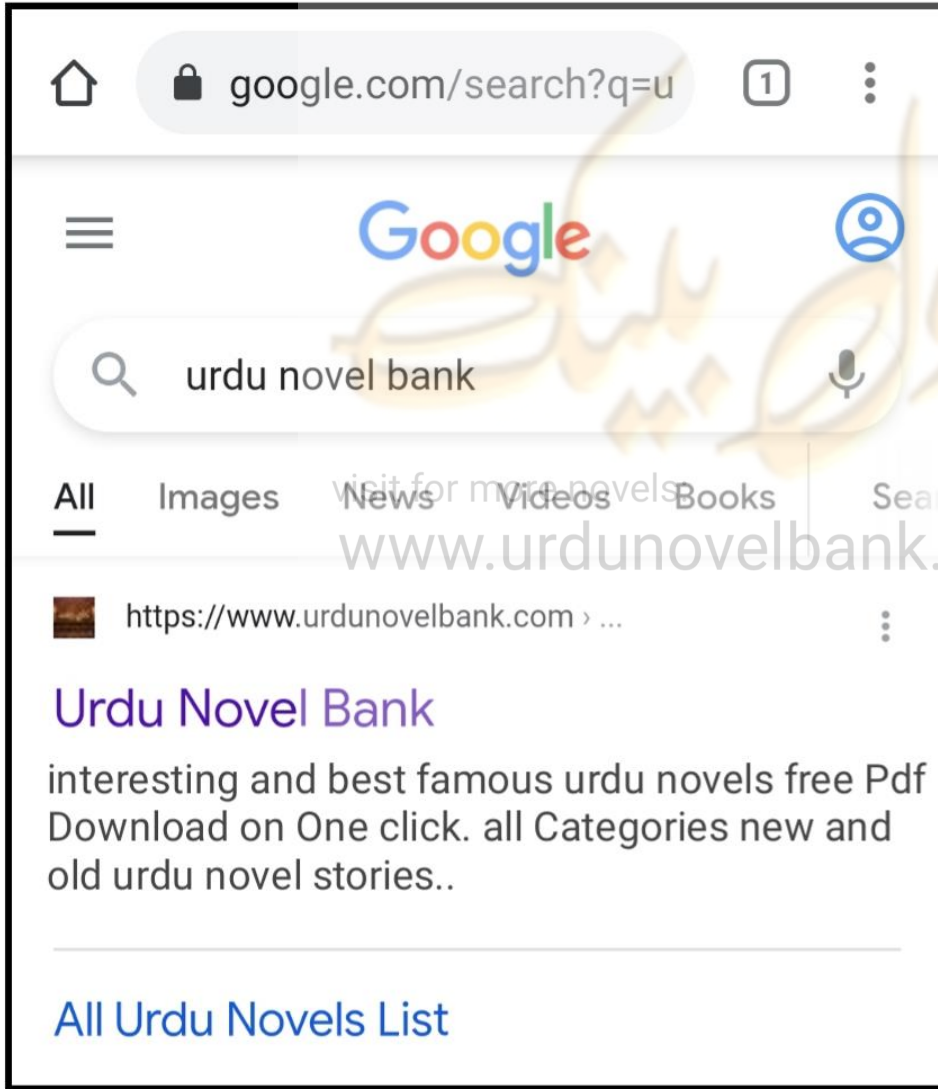
”ٹھیک ہیں آنٹی پھر میں تیار ہو کے آپ سے باہر ملتا ہوں۔“

اس نے عقیدت سے سر کو خم کرتے ہوئے کہا اور کھڑا ہو گیا جبکہ وہ راحت کے ساتھ اس کے گھر سے نکل گئی تھیں۔

★★★★★

اردو ناول اور سٹوریز کی سب سے بڑی ویب سائٹ

www.urduovelbank.com



Urdu Novel Bank
website

جہاں ملے آپ کو نئے
اور اچھے معیاری ناول
تمام کیٹگری میں۔۔۔

گوگل پر ٹائپ کریں

Urdu Novel Bank

اور ویب سائٹ سے
ڈاؤنلوڈ کریں ہزاروں
مکمل ناول مفت میں

”تم ہار گئے ہو، تم ہار گئے ہو“

بچوں میں یکدم شور بڑھ گیا تھا۔ ایک بچے نے چلاتے ہوئے کہا تو سب نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

”ہاں تم بے ایمانی نہیں کر سکتے۔ ہم تمہیں اپنے ساتھ نہیں کھیلائیں گے۔“

زارا شور کی وجہ سے ان خیالوں کی دُنیا سے باہر آئی

اور سامنے بچوں کو آپس میں لڑتے دیکھا تو دوڑ کر ان کے پاس چلی آئی۔ اس نے اگے بڑھ کر انھیں ایک دوسرے سے الگ کیا جو اب مار پیٹ پر اتر آئے تھے۔

”کیا ہو گیا ہے بچو! آپ لوگ آپس میں کیوں لڑ رہے ہیں؟“

اس نے باری باری ان دونوں بچے کی طرف دیکھ کے پوچھا تو ایک بچے نے ساری بات بتائی۔ بلال آوٹ ہو گیا تھا لیکن پھر بھی ضد پر اڑا تھا کہ وہ پھر سے کھیلے گا۔

”یہ تو بہت بُری بات ہے نا بلال.... آپ ہار گئے ہو پھر دوسروں کو کھیلنے کیوں
 “نہیں دے رہے؟“

اس نے بلال کی جانب دیکھتے ہوئے جاننا چاہا۔

”آپی!! ماما کہتی ہیں کبھی ہار نہیں مانی چاہیے۔“

بلال نے چہرے پر بلا کی معصومیت سجائے بتایا تو وہ مسکرا دی اور باقی بچے زور زور سے ہنسنے لگے۔

“تو کیا ہماری باری بھی خود کھیلو گے؟”

اور ایک بار پھر سے ہنسی گونج اٹھی تھی۔

”چپ ہو جاؤ سب! ایسے کسی کی کا مذاق نہیں اُڑاتے ہیں۔“

زارا نے انھیں ڈانٹا تو سب کی ہنسی کو بریک لگ گئی۔

”بلال کی ماما بالکل ٹھیک کہتی ہیں ہمیں زندگی میں کبھی ہار نہیں ماننا چاہیے۔“

زارا کی بات سُن کر وہاں موجود سبھی حیران ہوئے کہ وہ کیا بول رہی ہے۔ زارا نے بلال کو خود سے قریب کیا پھر کچھ سوچتے ہوئے بولی۔

” لیکن بلاں کھیل کے بھی کچھ اصول ہوتے ہیں جب ایک کھلاڑی ہارتا ہے تو اُس کی جگہ دوسرے کی باری آتی ہے۔ آپ فرض کریں۔ کوئی بار بار ہار کے بھی کھیلتا رہے گا اور “ آپ کی باری نہیں آئے گی تو کیا آپ کو اچھا لگے گا؟

اب وہ جواب طلب نظروں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

”نہیں۔“ بلال نفی میں گردن ادھر ادھر ہلاتے ہوئے اداس ہو کے کہا۔

بالکل! پھر آپ اسے گیم سے نکال دو گے یا ایسا کرو گے کہ اس کے ساتھ نہیں ”

” کھیلو گے ، ہیں نا؟

وہ اس سے پوچھ رہی تھی اور باقی بچے اسے خاموشی سے سُن رہے تھے جیسے وہ کلاس میں بیٹھے ہوں اور کوئی ٹیچر سبق پڑھا رہا ہو یا کوئی کہانی سُن رہے ہوں جیسے بچے رات کے وقت دادی جان سے کہانی سنتے وقت خاموش رہتے ہیں۔

”جی“! بلال نادم ہوا۔

اور یہی بات آپ کی ماما کی تو واقعی ہمیں اپنی زندگی میں کبھی ہار نہیں ماننا چاہیے بلکہ ”
ناکامی کے بعد دوبارہ سے کوشش کرتے ہوئے اپنی ہار کو جیت میں بدل دینا چاہیے ۔
تبھی تو ہم بہادر کہلائیں گے۔

visit for more novels:

www.urduNovelBank.com

”وہ کیسے؟“ اس نے نا سمجھی سے سوال کیا۔

دیکھو جب آپ سبق یاد کرتے ہیں اور وہ یاد نہیں ہوتا تو آپ کو لگتا ہے آپ فیل ہو جائیں گے۔ اس وقت آپ کو ہمت ہارنے کی بجائے دوبارہ پڑھنا چاہیے اس طرح بار بار کوشش کرتے رہنے سے آپ کو آپ کا سبق یاد ہو جائے گا اور آپ اپنے امتحان میں

وہ اس کے بالوں پر انگلی پھرتے ہوئے وہاں سے اُٹھ گئی۔ بچے اب سکون سے کھیل رہے تھے اس نے انھیں اُنھیں تسلی بخش جواب دے کر سمجھا دیا تھا۔

www.urduovelbank.com

انھوں نے اپنے بیٹے اور بہو کی غیر موجودگی کا ذکر کیا اور اپنا شفقت بھرا ہاتھ اس کے سر میں پھیرتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کرنے لگیں۔

زارا کو کبھی ماں کا پیار نہیں ملا تھا ملتا بھی کیسے اس کی ماں اس کے اس دُنیا میں آتے ہی مالک حقیقی سے جا ملی تھی۔ اس کے ماں باپ عباس صاحب ہی تھے۔ اپنی بڑی پھپھو سے وہ بچپن میں ملی تھی اب تو اسے ان کی شکل تک ٹھیک سے یاد نہیں تھی ناجانے وہ پردیس جا کے انھیں بھول کیوں گئی تھیں اور اتنے دنوں میں ایک بار بھی رابطہ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی حالانکہ وہ اپنے بابا سے حلیمہ پھوپھو کی خوش اخلاقی اور ملنساری کے قصے سنتی آئی تھی۔ اگر وہ اتنی اچھی تھیں تو کبھی پلٹ کر اپنے بھائی کا حال کیوں نہیں پوچھا تھا۔ اپنے باپ کے دل میں ان کے لیے والہانہ محبت دیکھ کر اسے حیرانی ہوتی تھی۔ کبھی کبھار تو اسے شک گزرتا کہ وہ واقعی اتنی اچھی تھیں یا ان کے بابا اس کا دل بہلانے کے لیے من گھڑت کہانی سناتے تھے پھر اس خیال کو خود ہی جھٹک دیتی کیوں کہ ان کے متعلق بات کرتے عباس صاحب کی آنکھوں میں ایک الگ ہی چمک ہوتی تھی اور چھوٹی پھپھو کے ظلم نے تو اس کا خونی رشتے پر سے اعتبار اٹھا دیا تھا۔ اسے رہ رہ کر ماں کی کمی محسوس ہوتی اور جب بھی وہ کسی ماں بیٹی کو پیار کرتے

دیکھتی تو یہی سوچتی کہ کاش اس کی ماں بھی اس کے پاس ہوتی تو وہ اپنی ماں سے لپٹ جاتی اور کبھی انھیں خود سے دور نہیں جانے دیتی۔ شفقت بھرا لمس پاتے ہی وہ غمگین ہو رہی تھی تبھی صاعقہ خاتون نے اسے پکارا۔

”کیسی ہو زارا بچے؟“

وہ اکثر اس کے چہرے پر اداسی دیکھتی تھیں لیکن کبھی پوچھنے کی کوشش نہیں کی تھی کہ وہ کیوں اس طرح اداس رہتی ہے ۔

”!جی جی میں بالکل ٹھیک ہو خالہ“

visit for more novels:
www.urdu-novelbank.com

اس نے ڈھیروں آنسو اپنے اندر اتارتے چہرے پر مسکراہٹ سجائے بڑی مہارت سے جھوٹ بولا۔

”مجھ سے کوئی کام تھا بچے؟ راحت بتا رہا تھا تم مجھے بلا رہی تھی۔“ انھوں نے پوچھا۔

جج جی.....گھر میں سارا سامان ختم ہو گیا تو زبیر نے کہا کہ میں اکیلی نہیں جاؤں بلکہ ”
آپ کے ساتھ جا کے لے آؤں۔“ اس نے جیسے یاد آنے پر انھیں بتایا۔

چلیں خالہ؟ ”وہ سوچ رہی تھی ناجانے وہ اس کے ساتھ جائیں گی بھی یا نہیں۔“

کہیں ایسا نہ ہو اسے اکیلے ہی جانا پڑے گا۔

جی بچے! چلتے ہیں پہلے اُسے آ لینیے دو پھر ساتھ چلیں گے۔ اُس نے بھی آج ہی ”
 کہا ہے۔ ”انہوں نے کسی کا ذکر کیا تھا شاید وہ کسی کا انتظار کر رہی تھیں۔

visit for more novels:
www.urdu-novelbank.com

اس نے نا سمجھی کا مظاہرہ کرتے ہوئے سوال کیا

”۔ ”آپ میری بات کر رہی ہیں نا آنٹی؟

صاعقہ خاتون کو دیکھتے ہی وہ مسکراتے ہوئے پر جوش انداز میں بولا۔ زارا کی سماعت سے ایک شناسا آواز ٹکرائی جو اس کے عقب سے آئی تھی تو وہ فوراً پلٹ گئی۔

یہ وہی جن تھا جس کی وجہ سے آج صبح اتنی محنت سے بنائے کیک پر پانی پھر گیا تھا اسے دیکھ کر اس کے چہرے پر ناگوار لکیریں ابھر گئیں۔ اس بار وہ رف سے حلیے میں نہیں تھا بلکہ پوری طرح تیار جینز کے ساتھ اسٹرپ شرٹ کے آستین کو فولڈ کیے تھا اور بالوں کو جیل سے سیٹ کیے وہ پچھلی ملاقات سے قدرے مختلف نظر آ رہا تھا۔

” تم ! تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ ”

وہ اپنے چہرے پر ناگواری سجائے دانت پیستے ہوئے چیخ کر بولی۔ صبح کے بعد وہ اس سے کبھی ملنا نہیں چاہتی تھی۔ ایک ہی دن میں دو دو بار ایسے شخص سے ملنا جس سے پہلی ملاقات ہی تکرار کا باعث بنی ہو کافی ناپسندیدہ مرحلہ ہوتا ہے۔

”! جی محترمہ..... میں ”

وہ اگے چلا آیا اور اپنی انگلی کو سینے پر رکھتے ہوئے بولا۔

آپ بہت مینر لیس ہیں۔ بندہ کسی کو دیکھ کر سلام کرتا ہے اس سے اس کا حال احوال پوچھتا ہے مگر آپ ہیں کہ سیدھا لڑنے لگتی ہیں قسم سے آپ جیسی عجیب و ”غریب مخلوق سے میرا پالا پہلی بار ہی پڑا ہے۔“

وہ بھی کہاں پیچھے رہنے والا تھا اس نے اپنا حساب برابر کر لیا تھا۔ وہی انداز چھوٹے سے سوال کے جواب میں پوری تقریر کرنا جس کا پسندیدہ کام تھا گویا وہ اپنی بات چند الفاظ میں کرے گا تو اوسکر ایوارڈ سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

وہ خاموشی سے اُسے غصے سے گھور رہی تھی۔

”میں یہاں کیا کر رہا ہوں یہ آپ آنٹی سے کیوں نہیں پوچھ لیتیں؟“

اس نے صاعقہ خاتون کی سمت دیکھتے ہوئے کہا۔

صائقہ بیگم خاموشی سے کھڑی ان دونوں کو بحث کرتے دیکھ رہی تھیں۔

” تم دونوں ایک دوسرے کو جانتے ہو؟ “

باری باری ان دونوں کے چہرے کے بدلتے ہوئے تاثرات نوٹ کرنے کے بعد انھوں نے پوچھا۔ ان کی گفتگو سے تو یہی لگ رہا تھا کہ وہ دونوں نہ صرف پہلے مل چکے تھے بلکہ ان کی ملاقات کافی تلخ رہی تھی۔

!!جی آنٹی.....آج صبح ہی ملاقات ہوئی تھی میری ان سے۔ کافی کنجوس ہیں محترمہ ”

میں ان سے چائے کے لیے دودھ مانگنے گیا تھا تو انھوں نے صاف انکار کرتے میرے
 ”منہ پر دروازہ بند کرنے کی حماقت کر دی۔“

وہ مظلموں سی شکل بنائے بولا

” تو محرم؟ “

اس کی بات سنتے ہی وہ پوچھے بغیر نہ رہ سکیں

”پھر کیا تھا، میں بھی ضد پر اڑ گیا کہ جب تک یہ کنجوس مکھی چوس میرا مطالبہ پورا نہیں کر دیتیں تب تک میں یہاں سے ایک انچ بھی نہیں ہلوں گا اور مجبوراً انھیں ہتھیار ڈالنے پڑے۔ دودھ تو نہیں مگر چائے لاکے تمہا دی۔“

وہ اس طرح بتا رہا تھا جیسے وہ چائے کے متعلق بات کرنے کی بجائے کوئی جنگ کے قصے سنا رہا ہوں جس میں بڑے تناسب سے کامیابی ملی ہو۔

صاعقہ خاتون ہنسنے لگیں پھر ہنسی پر قابو پاتے زارا سے مخاطب ہوئیں۔

www.urduovelbank.com

”اور زارا بچے! تم نے کچھ نہیں کہا اسے؟“

زارا سامنے کھڑے اس لڑکے کی بات سُن کر پیچ و تاب کھا رہی تھی۔ صاعقہ خاتون کو ہنستا دیکھ کر وہ اداس ہو گئی اُسے لگا تھا وہ اس کا ساتھ دیں گی۔

” خالہ !! آپ بھی اس کی باتوں میں آگئیں۔ یہ انسان ایک نمبر کا بدمعاش ہے۔ اس نے مجھے اس قدر پریشان کر دیا کہ کوئی حد نہیں۔ آج اس کی وجہ سے میرا پورا پین کیک بھی جل گیا۔ “ اس نے دہائی دی۔

” آنٹی “....! وہ اگے کچھ کہتا اس سے پہلے ہی صاعقہ خاتون نے اُسے درمیان میں ہی ٹوک دیا تھا

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

” بس بھی کرو پٹو! اب کسی کو دیر نہیں ہو رہی ہے اگر تم دونوں کا اس طرح لڑنے کا ارادہ ہے تو میں جارہی ہوں آرام کرنے۔ “

”نہیں، نہیں خالہ!! آپ میرے ساتھ چلیں اور باقی لوگ جہاں بھی جائیں۔“

اس نے خاص کر اس کی طرف دیکھ کے کہا اور آگے بڑھ کر صاعقہ خاتون کا ہاتھ تھام لیا تھا۔ وہ دونوں آگے بڑھیں تو وہ بھی خاموشی سے ان دونوں کے پیچھے چلنے لگا۔

www.urduovelbank.com

مارکیٹ میں رش ہونے کی وجہ سے ان کی واپسی تین چار گھنٹے بعد ہوئی تھی۔ وہ سامان لیے گھر میں داخل ہوئی تو تھکاوٹ سے بُرا حال تھا۔ تمام چیزوں کی ان کی جگہیں پر رکھتے ہوئے کافی وقت بیت گیا تھا۔ ان سب سے فارغ ہو کے اس نے اپنے لیے چائے

بنائی۔ پورا دن خواری کے بعد اس کا سر بُری طرح دکھ رہا تھا اوپر سے بھوک بھی لگی تھی

چائے کپ میں انڈیل کر اس نے پلیٹ میں کیک رکھ کر اس کے کچھ ٹکڑے کیے جسے وہ اپنے لیے خرید لائی تھی اور دونوں چیزیں اپنے ہمراہ لیے کھڑکی کے قریب آکر بیٹھ گئی۔

سورج غروب ہونے والا تھا ایسا معلوم ہوتا جیسے آسمان نے نارنجی اور آسمانی رنگ کی چادر اُڑھ رکھی ہے۔ چرند پرند اپنے اپنے گھروں کو لوٹ رہے تھے۔ وہ باہر اٹھتے شور کو باسانی سن سکتی تھی۔ اس کی نظروں کا زاویہ بدلا تو کچھ ہی فاصلے پر وہ اُسے بچوں کے ساتھ کھیلتا دکھائی دیا۔

★★★★★

Visit For More Novels : www.urdunovelbank.com Page 46
E-mail pdfnovelbank@gmail.com WhatsApp [03061756508](https://wa.me/03061756508)

کرتی تھی۔ وہ بیٹھی بچوں کو کھیلتا دیکھ رہی تھی ان کی زندگی سے بھرپور ہنسی سنتے ہی اسے ان پر رشک آنے لگا۔ تبھی لینڈ لائن پر بیل ہوئی اور اس کی محویت ٹوٹ گئی۔ آواز سن کر وہ کھڑکی کا پردہ گرا کے وہاں سے اُٹھ گئی اور ہال میں چلی آئی ریسپور کان سے لگاتے ہی سب سے پہلے سلام کیا پھر پوچھا۔

"کون؟"

”کیا کون.....؟ زبیر بات کر رہا ہوں اور کہاں تھی تم اتنی دیر سے“

دوسری طرف چھت پھاڑ لہجے میں جواب دیا گیا۔
visit for more novels
www.urdu-novelbank.com

آپ... آپ کیسے ہیں زبیر اور کب آرہے ہیں؟“ زارا نے اس کی آواز سنتے ہی ”

پوچھا۔

”مجھے کیا ہونا ہے، ٹھیک ہوں میں اور ابھی نہیں آسکتا تھوڑا وقت لگے گا۔ تم میری

فکر مت کرو۔ میں نے تمہیں یہ بتانے کے لیے فون کیا ہے کہ میری چاچی جان آرہی

ہیں کچھ دیر میں پہنچتی ہوں گی ساتھ شہزاد اور علی بھی آرہے ہیں ان کے کھانے پینے کا

انتظام کر دینا۔ ”وہ اسے اطلاع نہیں حکم دے رہا تھا کہ کوئی غلطی نہ ہو اور زارا نے

ایک فرمانبردار بیوی کی طرح اس کی حکم پر لبیک کہا تھا۔

وہ کچھ دیر یونہی فون کان سے لگائے کھڑی رہی کہ شاید وہ اُس کے بارے میں پوچھے گا۔
لیکن دوسری طرف لبتی خاتون اور ان کی فیملی کی آمد کی خبر دیتے ہی لائن کٹ گئی تھی۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

وہ بے دلی سے فون رکھ کے کچن میں آگئی۔

★★★★★

گھڑی صبح کے دس بج رہی تھی لیکن وہ مہمان آنے کا سُن کے اس وقت کچن میں کھڑی کھانا بنانے میں مصروف تھی تبھی دروازے پر بیل ہوئی۔

”!لگتا ہے آگئیں“

وہ زیر لب بڑبڑاتے ہوئے سامنے لگے نل سے ہاتھ دھونے کے بعد کچن سے نکل کر دروازے تک آئی اور دروازہ کھول دیا۔

وہ دوپٹہ درست کرنے میں اتنی مگن تھی آنے والے شخص پر دھیان ہی نہیں گیا تھا۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

”!السلام علیکم“

مردانہ آواز جب اس کی سماعت سے ٹکرائی تو ایک اس نے دروازے کی اور دیکھا اور اس کے چہرے کے نقوش تن گئے۔ وہ اس کے لیے ایک مصیبت بن کر نازل ہوا تھا۔ وہ جتنا اس سے جان چھڑانا چاہتی تھی وہ بار بار اس کی نظروں کے سامنے آ جاتا تھا۔

تم۔۔۔۔۔ تم پھر آگے؟ تمہیں اور کوئی کام وام نہیں ہے کیا؟ جویوں منہ اُٹھائے ”

”چلے آتے ہو۔

وہ غصے سے آگ بگولہ ہوتے سخت لہجے میں اس سے مخاطب ہوئی اگر اسے پتہ ہوتا کہ دروازے پر وہ ہوگا تو وہ دروازہ کھولتی ہی نہیں۔ سامنے کھڑے سفید کرتا ملبوس کیے دراز قد شخص پر تو جیسے حیرت کے پہاڑ ٹوٹے تھے۔ وہ بے یقینی کے عالم میں اسے یک ٹک دیکھے گیا۔

آخر اس لڑکی کے ساتھ مسئلہ کیا ہے سامنے والے کی پوری بات سُنے بغیر ہی بولنا ”

شروع کر دیتی ہے ”وہ بڑ بڑانے لگا۔

وہ اسے بت بنے دیکھ کر مزید غصے میں آگئی۔

”جاؤ یہاں سے اور اپنی یہ سڑی ہوئی شکل آئندہ دکھانے کی زحمت مت کرنا۔“

وہ اس کی طرف دیکھ کر شہادت کی انگلی کی مدد سے گول دائرہ بناتے ہوئے بولی تھی۔

ایکسیوز می! اب آپ بد تمیزی کر رہی ہیں۔ کوئی اس کے خوبصورت سے چہرے کی ”
توبین کرے میں یہ برداشت نہیں کر سکتا۔

وہ اس کی بات سن کر تپ گیا تھا وہ اسے افسوس کے ساتھ دیکھتے ہوئے بولا۔ وہ ایک
خوبصورت پرسنالٹی رکھتا تھا لوگوں کے درمیان اس کی کافی عزت تھی۔ یہی نہیں امریکہ
میں اس کے اس چہرے پر ہزاروں لڑکیاں مرتی تھیں یہ الگ بات تھی کہ فی الحال
کسی کو میسر نہیں تھا لیکن یہ لڑکی اس کی اس طرح توبین کرے وہ یہ بات کیسے
برداشت کر سکتا تھا۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

”کیوں آئے ہو؟

زارا سیدھا کم ٹوڈی پوائنٹ آئی۔ کچھ دیر میں زبیر کی چاچی اپنی فیملی سمیت آنے والی
تھیں اگر وہ اسی طرح دروازے پر جما رہتا تو اُسے ڈر تھا کہ کہیں زبیر تک یہ بات نہ پہنچ

جائے۔ وہ پہلے ہی اس پر شک کرتا تھا اور وہ اسے مزید کوئی موقع فراہم نہیں کرنا چاہتی تھی۔

اس نے چائے کا کپ اس کے سامنے کرتے ہوئے کہا

”ایہ لیں“

”یہ دینے آئے تھے تم، پہلے کیوں نہیں بتایا؟“

وہ حیران ہوئی تھی اس بار لہجہ دھیمیا اور پُر سکون تھا۔

”بولنے دیا ہوتا تو بتاتا نا!، بات بے بات شیرینی کی طرح کھانے کو ڈھرتی ہو۔“

وہ ایسا صرف سوچ سکا تھا۔ اس کے چہرے پر تلخ مسکراہٹ ابھر کر معدوم ہوئی۔

”ٹھیک ہے مہربانی کر کے آپ جائیں۔“

ایک دم سے وہ تم سے آپ پر آئی تھی۔ اس کے بدلے انداز پر اسے شدید جھٹکا لگا اس کے معصومیت دیکھ کے وہ اپنے آنے کے مقصد بھول ہی گیا تھا۔

”سُنیں مس !! ایک کپ چائے مل سکتی ہے۔ وہ کیا ہے نا میں نے چائے بنائی“

”لیکن دو بار بنا کر پھینکنا پڑی۔ وہ آپ کی چائے کی طرح بنی ہی نہیں۔“

وہ مسکراتے ہوئے اسے بتا رہا تھا۔ زارا کا منہ بن گیا۔

”تو اتنا ڈرامہ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ صاف صاف کہہ دیتا چائے مانگنے آیا ہے۔“

اس نے دانت پیستے ہوئے سوچا اور خاموشی سے دروازہ بند کر کے اندر چلی گئی۔ کچھ دیر بعد وہ واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں چائے کا کپ تھا۔

پکڑیں!! یہ آخری بار ہے لیکن بار بار یہ ڈرامہ نہیں چلے گا اور اسے واپس کرنے کی ضرورت نہیں ہے اسے اپنے پاس ہی رکھ لینا اور ایک بات خدا را آپ اپنے گھر میں رہیں

”اور دوسروں کو اپنے گھر میں خوش رہنے دیں

وہ باقاعدہ اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر بولی تھی۔ اس کی آنکھوں میں التجا تھی۔ وہ کچھ بول نہیں پایا۔ ان دو دنوں میں پہلی بار اُسے لگا کہ شاید وہ کچھ چھپا رہی تھی لیکن پھر اپنی سوچ کی نفی کرتے وہ وہاں سے چلا گیا جبکہ زارا پھر سے اپنے کاموں میں لگ گئی۔ سوئیٹ ڈیش تیار کر کے وہ فریج میں رکھ چکی تھی، بریانی دم پر رکھ کر راستہ اور کباب

visit for more novels:
www.urduovelbank.com

تیار کرنے لگی۔ یہ سب تیار کرتے ہوئے کافی دیر ہو گئی تھی تب بھی لبتی چاچی نہیں آئی تھیں۔

لبئی خاتون زبیر کی منہ بولی چاچی تھیں اور وہ بچپن میں ان کے ساتھ ہی رہتا تھا پھر اس نے اپنا گھر خرید لیا اور یہاں لاہور میں چلا آیا۔ وہ جب شاور لے کر نکلی تو دروازے

پر بیل ہوئی اس نے اس بار پوچھ کے دروازہ کھولا تو سامنے لبنی چاچی اپنے بچوں کے ساتھ کھڑی تھیں۔

آج کا سارا دن یونہی کام کرتے اور مہمانوں کی خدمت کرتے گزر گیا مگر وہ بستر پر جاتے ہی سکون کی نیند سوئی تھی۔

لبنی چاچی بہت اچھی تھیں۔ وہ مزاج کی سلجھی ہوئی خاتون تھی غصہ ان کی شخصیت میں دور دور تک نہیں نظر آیا تھا۔ ان کے بچے بھی کافی خوش اخلاق اور ملنسار تھے علی بارہ تیرہ سال کا ایک خوش شکل لڑکا تھا جو ساتھیوں جماعت میں پڑھتا تھا جبکہ شہزاد اس کی ہی ہم عمر تھی اور بی ایس سی کی فرسٹ ایئر کی طلبہ تھی وہ ان سے مل کر خوش تھی شادی کے بعد وہ سب اس کے گھر دوسری بار آئے تھے۔

دوسرے روز رات کا کھانے کے وقت سب ڈائینگ ٹیبل پر بیٹھے اپنی اپنی پلیٹ پر جھکے کھانے میں مصروف تھے تب شہزاد نے اُسے مخاطب کیا۔

زارا بھابھی ! آپ کچھ زیادہ ہی کمزور نہیں ہو گئیں ؟ پچھلی بار جب ہم آئے تھے تب ”
 ”آپ ٹھیک ٹھاک تھیں۔“

وہ جواب طلب نظروں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی

”کہاں کمزور ہوئی بلکہ مجھے تو لگتا ہے پہلے سے موٹی ہو گئی ہوں۔“

اس نے جھوٹ کہا وہ واقعی پہلے سے کمزور ہو گئی تھی۔

”مجھے تو لگ رہی ہیں۔ لگتا ہے زیر بھائی آپ سے بہت کام کرواتے ہیں انھیں“

”ملازموں کا کام جو پسند نہیں آتا۔ خیر ایک بات پوچھوں؟“

وہ چہرے پر شراتی مسکراہٹ سجائے زارا سے بولی

”بنا جھجھک پوچھو! تمہیں مجھ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے شہزادہ“

وہ آخری نوالہ منہ میں ڈال کر پلیٹ کو آگے کھسکاتے ہوئے اپنے لیے گلاس میں پانی انڈیلنے بولی تھی۔

”آپ کو زبیر بھائی کیسے لگتے ہیں؟“

شہزادی پر تجسس نگاہوں سے اس کی جانب دیکھتے جواب کی منتظر تھی جبکہ زارا کو زیر کا نام سُن کر اچھو لگ گیا۔

اس نے بمشکل ہی پانی کا گھونٹ حلق سے نیچے اتارا پھر گرا سانس لینے کے بعد مختصراً بولی۔

”صرف اچھے؟ مجھے لگا آپ کہیں گی بہت اچھے۔“

اس نے مایوسی کے ساتھ زارا کی جانب دیکھتے ہوئے کہا جو اس کے چہرے کو دیکھ رہی تھی وہ دونوں ہم عمر تھیں لیکن اس کے مقابلے میں وہ کتنی تر و تازہ اور خوبصورت نظر آرہی تھی جبکہ اس کے نین و نقش شزا سے قدرے اچھے تھے لیکن اس کا رنگ زرد پڑ گیا تھا اور آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے پڑ گئے تھے۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

”بہت اچھے ہیں۔“ یہ کہتے ہوئے اس کے اندر درد بھر گیا تھا لیکن اس نے اس کے اپنوں کے سامنے اس کا مان رکھنے کے لیے جھوٹ کا سہارا لیا۔ یہ جانتے ہوئے کہ جھوٹ بولنا گناہ ہے وہ ناچاہتے ہوئے بھی جھوٹ پر جھوٹ بول رہی تھی۔ پہلے خود سے پھر دوسروں سے کیوں کہ وہ اپنے رشتے کی حقیقت دوسروں پر عیاں نہیں کرنا چاہتی تھی

- ایک ایسا شخص جو اس پر بھروسہ نہیں کرتا تھا، اس پر ہاتھ اٹھاتا تھا، اسے شک کی نگاہ سے دیکھتا تھا ایسے شخص کے بارے میں وہ اور کیا کہتی -

”چپ ہو جاؤ شہزاد! کتنی بار سمجھاؤں کھاتے وقت یوں بات نہیں کرتے جلدی سے کھانا ختم کر کے

”کمرے میں جاؤ، بتایا بھی ہے کہ ہمیں صبح جلدی نکلنا ہے -

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

لبنی خاتون ڈپٹنے والے انداز میں بولیں -

، شہزاد کی پلیٹ ویسے ہی بھری تھی اس نے چند لقمے کے سوا کچھ نہیں کھایا تھا جبکہ وہ زارا اور علی اپنا کھانا ختم کر چکے تھے - علی ہاتھ دھونے کے لیے اٹھتے ہی بولا

شب بخیر سوئیٹ فیملی - ”

زارا کے ساتھ وہاں بیٹھے تمام نفوس ایک ساتھ بولے تھے۔

”زارا!! بیٹا تم ٹھیک ہو؟“

زارا کا زرد اور مرجھایا ہوا چہرہ دیکھا تو انھوں نے پوچھ لیا۔

”دیکھو بیٹا!! اگر زبیر کچھ کہے تو اس کی بات کا بُرا مت ماننا۔ وہ مزاج کا تھوڑا سخت

ہے بہت جلدی غصہ کرنے لگتا ہے بلکہ اسے سمجھنے کی کوشش کرنا۔ اس کی زندگی

بچپن سے ہی کافی تلخ رہی ہیں شاید وہ اس لیے ایسا ہو گیا ہے۔

تو کیا اس کے چہرے پر چھائی اداسی لاکھ چھپانے کے باوجود آسانی نظر آنے لگی تھی؟

اس نے سوچا اور کی سانس ہوا کے سپرد کرتے خود کو پر سکون کرتی ان کی طرف متوجہ

ہوئی۔

جی چاچی جان! میں ٹھیک ہوں اور آپ فکر مت کریں۔ میں آپ کو شکایت کا موقع ”
”نہیں دوں گی۔

زارا نے یہ الفاظ بہت ہمت اور ضبط کے ساتھ ادا کیے تھے اندر سے وہ بالکل ٹوٹ گئی تھی۔ صبر کرنا شاید اس کے نصیب میں لکھ دیا گیا تھا۔ وہ انہیں کیا بتاتی کہ وہ زبیر کے ظلم و ستم سہنے کے باوجود اس سے آج تک یہی اُمید رکھتی ہے کہ وہ اسے سمجھے گا اور اس کا رویہ بدل جائے گا۔

”!خوش رہو میری بچی“

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

انہوں نے کرسی سے اُٹھ کے زارا کو گلے سے لگا لیا کچھ دیر وہ اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرتی رہیں پھر اسے اپنے ساتھ لیے کمرے کے جانب چل دیں۔ شہزاد بھی ان کے تعاقب میں چلی آئی۔

ان کی فیملی دوسرے دن جانے والی تھی لبنی خاتون کا پیار بھرا انداز دیکھ کے اس کے دل نے یہ خواہش کی کہ کاش وہ ہمیشہ اس کے ساتھ رہیں۔ آج اسے اس گھر میں خوف محسوس نہیں ہو رہا تھا کیوں کہ اتنے سارے لوگ تھے جو دل سے اسے پیار کرتے تھے کوئی دکھاوا یا غرض نہیں تھا لیکن یہ سب صرف چند دن کے لیے پھر سے وہ اسی تکلیف سے گزرتی۔ ویسی ہی کانٹوں بھری زندگی..... جس پر چلنے سے پاؤں کے ساتھ ساتھ دل بھی زخمی ہو جاتا ہے۔

زارا کی آنکھ فجر کی اذان کے وقت کھلی تھی اس نے اپنے برابر میں سوئی شہزادہ کو دیکھا جو گہری نیند میں تھی۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

شہزادہ.... شہزادہ اٹھ جاؤ! زارا نے اسے کئی آوازیں لگائیں لیکن اسے تس سے مس نہ ”
ہوتا دیکھ وہ بستر سے اتر کر واش روم کی سمت بڑھ گئی۔ کچھ دیر بعد وہ واپس آئی تو اس کا

چہرہ پوری طرح بھیکا ہوا تھا وہ وضو کر آئی تھی۔ زارا بیڈ تک آئی جہاں شہنا اب بھی گہری نیند سو رہی تھی۔

”شہنا! اٹھ جاؤ یار، نماز کا وقت نکل جائے گا، پڑھ لو پہلے پھر سو جانا۔“

اس کی آواز کو خاطر میں لائے بغیر شہنا اٹھنے کے بجائے کسمساتے ہوئے کروٹ بدل کر سو گئی تو اُسے اس کی ڈھٹائی پر حیرانی ہوئی۔

اس نے اپنی محنت بے کار جاتا دیکھ کر بیڈ کے قریب رکھی میز سے پانی کا جگ اٹھایا اور جگ میں موجود پانی اُس پر انڈیل دیا۔

شہنا ہڑبڑا کر اٹھ کر بیٹھ گئی اس نے تسلی کے لیے ادھر ادھر نگاہیں دوڑائیں کہ کہیں سیلاب تو نہیں آگیا لیکن اپنے سامنے کھڑی زارا کے ہاتھ میں خالی جگ دیکھ کر ہوش کی دنیا میں لوٹ آئی۔

زارا بھابھی! آپ نے تو مجھے ڈرا ہی دیا تھا۔ ”اس نے سینے پر ہاتھ کر سب سے پہلے شکر ادا کیا اور زارا کو غصے سے گھورتے ہوئے بولی۔

یہ دیکھیں کیا کیا آپ نے؟“ پھر اپنے گیلے کپڑے کو دیکھ کر اس نے انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے منہ بنا کر پوچھا۔

سوری! میں کب سے تمہیں اٹھا رہی تھی۔ نماز کا وقت نکل جاتا؟ ”زارا کی وضاحت سن کر وہ روہانسی ہو گئی۔

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

”یہ صبح اتنی جلدی کیوں ہو جاتی ہے آخر۔ ابھی تو آنکھ لگی تھی میری۔“

وہ جمائی لے کر اپنی مندی آنکھوں کو رگڑتے ہوئے دکھی انداز میں کہتی اٹھ گئی۔

سوری چاچی جان! میں کل جلدی جلدی میں آپ کے کمرے میں پانی کا جگ رکھنا ”
 ”ہی بھول گئی۔

”کوئی بات نہیں بیٹا!“ اکل سے تم ہماری خدمتوں میں لگی ہو میں خود ہی آگئی اس
میں کونسی بڑی بات ہے۔ اور تم ابھی یہ کام کیوں کر رہی ہو؟ جاو جا کر سو جاؤ! اپنی
”نیند خراب کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ دونوں دیر سے اُٹھتے ہیں۔

آپ فکر مت کریں چاچی جان! مجھے عادت ہے، ویسے بھی میں زبیر کے لیے روز ”صبح سویرے ہی ناشتہ تیار کرتی ہوں۔“

مہمان کچھ بھی کہے میزبان کو اپنی ذمہ داری کا احساس ہونا چاہیے اس نے بھی جلدی جلدی ہاتھ چلاتے ہوئے انھیں بتایا تو وہ آگے بڑھ کر اس کا ماتھا چومتے ہوئے دعائیں دینے لگیں اور پانی کا جگ لیے واپس کمرے میں چلی گئیں۔

شترانوں کے قریب اُٹھی تھی جبکہ علی ابھی باہر سے چہل قدمی کر کے آیا تھا۔

زارا تب تک ٹیبل پر ناشتے میں موجود سارے لوازمات کو کھانے کی میز پر سجا چکی تھی۔
شزا کے اٹھتے ہی سب نے مل کر ناشتہ کیا۔ پھر کچھ دیر بات چیت کرنے کے بعد وہ
لوگ ایئر پورٹ کے لیے نکل گئے ان کی فلائٹ ٹائمنگ دوپہر بارہ بجے تھی اس لیے
انہیں جلدی نکلنا پڑا۔

لبٹی چاچی کی فنیلی کے علاوہ زارا اب تک زبیر کے کسی جاننے والے یا رشتے دار سے نہیں ملی تھی اور نہ ہی زبیر کے گھر والوں کے بارے میں جانتی تھی۔

ان کے جاتے ہی زارا کو تنہائی کا شدت سے احساس ہو رہا تھا۔ وہ گھر میں بالکل اکیلی رہ گئی تھی۔

کھرکی اس کے لیے کتھارسس کا روپ اختیار کرتی جا رہی تھی جہاں وہ زیر کی غیر موجودگی میں بیٹھ کر باہر کی ہر چیز کو آس بھری نظروں سے دیکھتی تھی۔ ہر منظر زندگی کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ وہاں لگے درخت، تیز ہوا کے باعث جھولتی شاخیں، کھیلنے کودتے بچے ہر شے زندگی سے بھرپور تھی لیکن آج یہ سب بھی اس کے اندر کی اداسی اور محرومی کو کم کرنے کی بجائے بڑھا رہے تھے۔ لبنی خاتون کا پیار اُسے رہ رہ کر یاد آ رہا تھا۔ اتنے کم وقت میں بھی وہ ان کے پیار اور شفقت بھرے لمس سے اتنی مانوس ہو گئی تھی کہ اب ان کی شدت سے کمی محسوس ہو رہی تھی۔

کاش وہ ہمیشہ اس کے ساتھ رہتیں اور کبھی اسے چھوڑ کر نہیں جاتیں تو اسے ماں کا پیار مل جاتا لیکن خواہشیں ساری کہاں پوری ہوتی ہیں کچھ ادھوری رہ جاتی ہیں۔

اس نے ایک طویل سانس لے کر اپنے اندر سکون اتارنے کی ناکام کوشش کی پھر اٹھ کر ہال میں چلی آئی۔ قریب پڑے اخبار کو کھول کے ابھی چند سطور ہی پڑھے تھے کہ دروازے پر بیل ہوئی۔

”ایک.....دو.....اور پھر کئی بار۔“

لیکن اس نے دروازہ نہیں کھولا

تقریباً گیارہ بجے کا وقت تھا۔ پچھلے دو تین دن سے وہ اپنے نئے ہمسائے سے شدید پریشان تھی۔

اس لیے وہ سن کر بھی ڈھیٹوں کی طرح بیٹھی رہی۔ اس نے سوچا جب دروازہ نہیں کھولے گی تو وہ خود ہی تنگ آکر چلا جائے گا۔ پہلے ہی وہ اداس تھی مزید کوئی بحث و مباحثہ کرنا نہیں چاہتی تھی۔

لیکن ایسا نہیں ہوا تھا۔ آنے والا مستقل مزاجی کا ثبوت دیتے ہوئے بیل پر ہاتھ رکھ کر بھول گیا تھا۔

زارا اپنا ارادہ ترک کر کے اٹھ گئی اور تیز قدموں سے چلتی دروازے تک آئی اور دروازہ کھول دیا۔

”.....تمہیں ایک بار میں بات سمجھ نہیں آتی ہے جو روز روز مجھے پریشان

جیسے ہی دروازہ کھولا اس کی آواز حلق میں اٹک گئی اور وہ بت بنے اسے دیکھنے لگی۔

سامنے کھڑا زبیر غصے سے لال بھبھوکا ہو رہا تھا۔
visit for more novels: www.urdu-novelbank.com

”یہ کیا بکواس ہے؟ کب سے بیل پر بیل دیے جا رہا ہوں سنائی نہیں دیتا تمہیں“

”!کہاں مری پڑی تھی تم؟ اب ہٹو یہاں سے

ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہتا ہوا وہ آگے بڑھ گیا تھا۔

وہ میں ”.... ذہن میں الفاظ ترتیب دینے کے باوجود بھی اسے کچھ سمجھ نہیں آیا کہ ”
 کیا جواب دے وہ تو شکر تھا کہ زیر ہال میں موجود صوفے کی طرف بڑھ گیا تھا۔ اس نے
 تیز قدموں سے کچن کی رخ کیا اور پانی کا گلاس لیے حاضر ہوئی۔

” پانی ”

وہ صوفے پر بیٹھا ہوا کف کے بٹن کھول رہا تھا اس نے نظر اٹھا کر سامنے کھڑی زارا کو
 دیکھا جس کے چہرے پر خوف اور اداسی رقم تھی۔ اس نے بنا کچھ کہے اس کے ہاتھ
 سے پانی کا گلاس لے کے گھونٹ بھرے اور خالی گلاس سامنے میز پر رکھ دی۔

visit for more novels:
www.urdu-novelbank.com

” تم دروازہ کیوں نہیں کھول رہی تھی؟ ”

وہ گلاس لیے وہاں سے جانے لگی کہ زیر کا سوال نے اس کی دھڑکنوں کو بڑھا دیا، پتا
 نہیں وہ آگے کیا سوچ رہا تھا۔

”..... مجھے لگا کہ ”

زارا نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

”کیا لگا تمہیں؟“ فوراً سے پیشتر پوچھا گیا۔

”وہ.....مجھے لگا بچے ہوں گے۔“

کبھی کبھار دوسروں کے تلخ رویے ہمیں بے بسی کی انتہا کو پہنچا دیتے ہیں کہ ہمارے پاس جھوٹ بولنے کے علاوہ دوسرا کوئی آپشن نہیں بچتا۔ وہ سچ بولنا چاہتی تھی لیکن زبیر کے شکی مزاج نے اسے چند ماہ میں جھوٹا بنا کر رکھ دیا تھا۔ اگر وہ سچ بتاتی تو زبیر کو کہیں نہ کہیں اس کی ہی غلطی نظر آتی۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

محبت، عزت، بھروسہ، مان کسی بھی رشتے کی بنیادیں ہیں جب رشتوں پر سے بھروسہ اٹھ جائے نہ تو وہ اتنا کمزور ہو جاتا ہے جتنا ریت سے بنائے گئے گھروندے ہوتے ہیں اور میاں بیوی کا رشتہ تو خاص کر اس پر ہی ٹکا ہوتا ہے اگر دونوں کے درمیان محبت اور

”اچھا! چھوڑو، بیٹھو یہاں۔“

زبیر نے مزید تفتیش کرنے کی بجائے اسے بیٹھنے کا کہا تو وہ خاموشی کے بیٹھ گئی۔

”یہ میں تمہارے لیے لایا تھا۔“

زبیر صوفے پر رکھیں شاپنگ بیگ کو اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا تو زارا اس کے
چہرے کو بغور دیکھنے لگی کچھ دیر پہلے والا غصہ کہیں غائب ہو گیا تھا۔ وہ بالکل نارمل نظر آ
رہا تھا۔

”!کھول کر دیکھو“

اسے خود کو تکتا دیکھ کر اس نے کھول کے دیکھنے کو کہا تو زارا اس کے ہاتھ سے بیگ لے دیکھنے لگی۔ اس میں پستہ کلر کا ایک نفیس سا جوڑا تھا اور اس سے مچنگ جیولری اور چوڑیاں تھیں۔

”یہ کپڑے اور اس سے مچنگ کی چیزیں ہیں۔ دراصل آج رات میرے ایک دوست نے شادی کی خوشی میں ایک تقریب رکھی ہے۔ اس نے آنے کے لیے اصرار کیا ہے تو میں منع نہیں کر سکا۔ تم رات میں تیار ہو جانا، تمہیں بھی میرے ساتھ چلنا ہے۔“

شادی کے بعد آج تک وہ اس چار دیواری میں قید تھی۔ وہ نہ تو اسے کہیں اپنے ساتھ لے جاتا تھا اور نہ کوئی اس کے گھر کوئی آتا جاتا تھا۔

لیکن خوش ہونے کے باوجود وہ اس کی موجودگی میں مسکرا بھی نہ سکی۔

اس کے پاس بس اُمیدیں تھیں ایسی امیدیں جو بندہ صرف اللہ سے رکھتا ہے کیوں کہ جب ایک انسان کی ساری اُمیدیں اللہ سے وابستہ ہوتی ہیں تو وہ چھوٹی سی خوشی بھی بڑی

معلوم ہوتی ہیں اور وہ شکر کرنے لگتا ہے۔ سب سے بہترین تعلق اللہ اور بندے کے درمیان ہوتا ہے جب بندہ خود کو اپنے خالق کے فیصلے پر چھوڑ دیتا ہے تو اسے شکوہ شکایت کی بجائے اس پر کامل یقین رکھنا چاہیے۔

اسلہ اپنے صابر بندوں کو ایسی ایسی نعمتوں سے نوازتا ہے جس کا وہ کبھی گمان بھی نہیں کر سکتا ہے لیکن آزمائش سے بھی انھیں ہی گزرنا پڑتا ہے۔ اسے بھی اس امتحان سے گزرنا تھا۔

زبیر نے یہ سب کچھ میرے لیے خود خریدا ہے۔ کیا ان کے دل میں اہمیت پیدا ہو رہی ہے اگر ایسا ہے تو میں گزشتہ دنوں کی تمام باتیں بھلا دوں گی۔ بھول جاؤں گی کہ کبھی ان کا رویہ میرے ساتھ تلخ تھا۔ میں اپنی محبت سے اپنے بکھرے رشتے کو سمیٹ لوں گی۔

اس نے دل میں سوچا۔

تم اب تک یہیں بیٹھی ہو۔ کچھ کھانے کے لیے بنایا ہے تو لے آؤ، بھوک لگی ہے ”
”مجھے۔“

اُس نے زارا کو گم صم دیکھ کر کہا تو وہ سر اثبات میں ہلاتی وہاں سے اٹھ گئی۔

سامنے بیٹھا شخص اس کے لیے ایک پہیلی تھا۔ پتا نہیں وہ ایسا کیوں تھا؟ ایسا کیا تھا جس نے اسے اتنا سنگ دل بنا دیا تھا۔

★★★★★

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

آج کام والی نہیں آئی تھی اس لیے کچن میں کھڑی وہ برتن دھو رہی تھی۔

”مما مجھ سے یہ کام نہیں ہوتے؟“ دو چار پلیٹ صاف کرنے کے بعد عائشہ نے
پلیٹ کو پیٹنے کے انداز میں رکھتے ہوئے چیخ کر کہا۔

عائشہ ندا نعیم کی پہلی اولاد تھی۔ جسے گھر کے کام میں کوئی دلچسپی نہیں تھی بلکہ وہ کام اس کے نزدیک کسی عذاب سے کم نہیں تھے۔

”کیوں نہیں ہوتے؟ دوستوں سے سارا سارا دن بیٹھ کر گپیں ہانکنے میں تو تمہیں بڑا ”
”مزہ آتا ہے اور گھر کے کام تم سے نہیں ہوتے۔“

ندا خاتون کچن میں پانی پینے آئی تھیں اپنی بیٹی کے تیور دیکھ کر طنزیہ بولیں۔

”ہاں تو کیوں کروں میں کوئی کام؟ کس قدر گندا کام ہے یہ۔“ اس نے اپنے ہاتھوں پر لگی چکنائی کو دیکھ کر تقریباً روتے ہوئے کہا، کچھ دن پہلے ہی وہ مینو کیور کروا کے آئی تھی۔
www.urdu-novel-bank.com

”زارا بھی تو سارے کام اکیلے ہی کرتی تھی مجال ہے جو اُس نے کبھی ایک لفظ بھی ”
”کہا ہو اور تمہیں صرف ایک دن کرنے کیا پڑ گئے تمہارے نخرے ہی ختم نہیں ہو رہے۔“

انھوں نے ہر ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ انھوں نے بے دھیانی میں زارا کا ذکر ” کیا۔ جس کا وجود ان کی آنکھوں میں کھٹکتا تھا۔

ہاں تو کرواتا نا اسی سے۔ کیوں شادی کر دی اُس کی۔ ”

کام والی سے تو ڈھنگ سے کچھ ہوتا ہی نہیں ہے اوپر سے چھٹی کر لیتی ہے۔ یہ فضول

”کام میں بالکل بھی نہیں کروں گی آپ ہی کریں اسے، میں جا رہی ہوں۔

عائشہ پلیٹ کو زور سے سنک میں پٹکتی بڑا بڑاتے ہوئے کچن سے نکل گئی۔

ندا خاتون بیٹی کی بات سن کر صدمہ پہنچا۔ جس اولاد کی عیش و آرام کی زندگی کے لیے

انھوں نے ایک یتیم کا حق مارا تھا آج وہی اولاد زبان درازی پر اتر آئی تھی۔

انھوں نے ایک معصوم اور یتیم بچی کا حق مارا تھا۔ دولت کی ہوس نے انھیں اندھا کر دیا

تھا اور جس کے لیے یہ سب کیا تھا وہ ہی ان کی عزت نہیں کر رہی تھی۔

آج عائشہ ان پر چلا کر گئی تھی۔ کل کو ظفر اور لائبہ بھی اس کے نقش قدم پر چلنے لگتے تب بھی وہ کیا کر سکتی تھیں۔ چالاکیاں چھوڑ کر اگر وہ اپنا دماغ ان کی اچھی تربیت میں لگاتیں تو آج یہ دن دیکھنا نہیں پڑتا۔

سوچوں کی گرداب میں پھنسی وہ سنک میں پڑے برتنوں کو صاف کرنے لگیں۔ عائشہ ضدی تھی اور ان کے ہی لاڈ پیار نے اسے خود سر بنا دیا تھا۔ وہ جانتی تھیں وہ جس بات سے انکار کر دیں پھر کوئی اس کے سامنے اپنی ناک رگڑ لے تب بھی اس کی نہ کوہاں میں نہیں بدل سکتا۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

★★★★★

نماز پڑھ کے وہ کپڑے استری کرنے لگی۔

کام کی تھکاوٹ تو تھی لیکن دوسری طرف زبیر کے ساتھ شادی کے اتنے دنوں بعد باہر جانے کی خوشی بھی تھی۔ زارا تھوڑی نروس تھی۔ یہ پہلا موقع تھا جب زبیر اسے اپنے ساتھ کہیں باہر لے جانے والا تھا۔ شادی سے پہلے پھوپھی کے ساتھ پھر بھی کہیں نہ کہیں چلی جایا کرتی تھی لیکن یہاں آنے کے بعد وہ نظر بند ہو کے رہ گئی تھی۔

وہ تیار ہو کر زبیر کا انتظار کر رہی تھی۔ رات کے نو بجنے کو تھے لیکن زبیر کا کوئی اتا پتا نہیں تھا۔ نا جانے وہ دوپہر سے کہاں غائب تھا۔

اس نے وہی جوڑا پہن رکھا تھا جو زبیر اس کے لیے لے کر آیا تھا۔ چوڑیاں اور ہلکے پھلکے میک اپ میں وہ بہت پیاری اور معصوم لگ رہی تھی۔

وہ تیار ہو کر کتنے ہی گھنٹے اس کا انتظار کرتی رہی۔

ساڑھے نو بجے کے قریب جب وہ آیا تو آتے ہی شاور لینے چلا گیا تھا۔ وہ خاص اس کے لیے تیار ہوئی تھی لیکن اس نے زارا کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی بھی زحمت نہیں کی تھی۔

زارا کے دل نے یہ خواہش کی کہ وہ اسے سراہے لیکن ایسا نہیں ہوا تھا زبیر نے تیار ہوتے ہی اسے چلنے کا حکم دیا تھا۔

اس نے ایک گہرا سانس لیا اور اس کے ساتھ آکر کار میں بیٹھ گئی۔ وہ چاہنے جانے کے خواب دیکھ رہی تھی جو نا جانے پورے ہوتے بھی یا نہیں۔

یہ سچ ہے کہ آنکھیں خواب دیکھ سکتی ہیں لیکن دیکھے گئے خوابوں کو حقیقت کا روپ
دھارنے میں بھی کبھی کبھار قسمت کا عمل دخل ہوتا ہے اور زارا اس معاملے میں بد
قسمت ٹھہری تھی۔

وہ اپنے کمرے میں لائٹ بند کیے صوفے پر بیٹھائی وی دیکھ رہا تھا۔ پورے کمرے میں سوائے ٹی وی لائٹ کے اور کوئی روشنی نہ تھی۔ رف سے حلیے میں ایک ٹانگ صوفے کے نیچے اور ایک صوفے پر فولڈ کیے میچ دیکھنے میں لگن تھا جب اس کے موبائل پر رنگ ہوئی۔ اس نے نمبر دیکھے بغیر ہی کال کاٹ دی اور اپنا سارا دھیان ٹی وی پر لگا دیا۔

جب دوبارہ سے بیل کی آواز آئی تو اس سے ہاتھ بڑھا کر میز سے ریموٹ لے کر ٹی وی کا ولیم بند کر دیا اور ہاتھ میں پکڑے پاپ کارن سے بھرے پیالے کو میز پر رکھنے کے بعد کال اٹھالی۔

کال پر کافی دیر تک بات چلتی رہی پھر اس نے الوداعی کلمات کے ساتھ فون بند کر دیا اور اپنی جگہ بیٹھ کر سر صوفے کی پشت سے لگاتے ہوئے کچھ سوچنے لگا۔

وہ اتنے عرصے بعد اپنی ماموں زاد سے ملنے والا تھا۔ پاکستان میں مقیم خالہ کا نمبر ملتے ہی اس نے سب سے پہلے ان لوگوں سے رابطہ کیا تھا کتنی عجیب اور نک چڑھی لڑکی تھی وہ۔ جس نے اتنے دنوں میں ایک بار بھی اس سے بات نہیں کی تھی۔ آئیر پورٹ میں اگر ان کا سامان گم نہ ہوتا تو وہ بآسانی اس سے رابطے میں رہ سکتا تھا۔ خالہ جان سے رابطے کی پہلی کڑی جڑی تو سب سے پہلے اسے ماموں جان کی وفات کی خبر ملی تھی۔ ان دنوں وہ لوگ جس طرح کے حالات کا سامنا کر رہے تھے اس افسوسناک خبر نے دہلا دیا تھا۔ بھائی کی موت کا سن کر اس کی ماما کا برا حال تھا اس کے لیے انھیں سنبھالنا مشکل ہو گیا تھا۔ پھر ایسے حالات بنے کہ بہت کوشش کے باوجود بھی وہ پاکستان نہیں آسکا۔ لیکن ان چار سالوں کے ٹیلی فونک رابطے میں زارا کی طرف سے کوئی مثبت رویہ نہ پاکر وہ حیران ہوا تھا۔



جب وہ دونوں پارٹی میں پہنچے تو کافی دیر ہو گئی تھی۔ زبیر کے کولیک اُس کا انتظار کر رہے تھے۔ ان دونوں کو دیکھ کر اس کے چند دوست خوش اخلاقی سے ملے تھے۔ وہاں موجود تمام لوگ اپنی اپنی فیملی کے ساتھ آئے ہوئے تھے۔

زارا راستے میں یہاں کے بارے میں ہی سوچتی رہی تھی لیکن دوسری عورتوں کو دیکھ کر مطمئن ہو گئی تھی۔ اس کا ڈر کافی حد تک کم ہو گیا تھا وہ اکیلی لڑکی نہیں تھی جسے اس پارٹی میں مدعو کیا گیا تھا۔ زبیر اسے کچھ دیر میں آتا ہوں کہہ کر اپنے کسی دوست سے ملنے پتا نہیں کہاں چلا گیا تھا۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

ایک چالیس پینتالیس سال کے قریب آدمی سگریٹ کے کش لگاتے ہوئے ناجانے کب سے اُسے ہی گھور رہا تھا۔

وہ وہاں سے ہٹ کر کچھ دور جا کر کھڑی ہو گئی اور زبیر کا انتظار کرنے لگی۔

سگریٹ ختم ہوتے ہی اس نے دوبارہ سگریٹ سلگا لیا اور تنہا کھڑی زارا کی سمت بڑھ گیا۔

یہ وہ واحد آدمی تھا جو پوری پارٹی میں الگ تھلگ نظر آ رہا تھا۔ باقی تمام افراد اپنی فیملی کے ساتھ آئے تھے لیکن جب زبیر نے اس کا تعارف کروایا تو اس کے ساتھ اس کی بیوی نہیں تھی۔

اس کے چہرے پر سبھی مسکراہٹ کو دیکھ کر زارا کا دل کیا کہ وہ کہیں چھپ جائے۔ عورت خود پر اٹھنے والی غلط نظر کو منٹوں میں پہچان جاتی ہے اس کی حس اسے باور کروا دیتی ہے کہ کون اسے بری نظر رکھتا ہے اور کون اس کی عزت کرتا ہے۔ زارا نے پہلو بدلا زبیر ناجانے کہاں چلا گیا تھا۔ ویسے تو وہ اُسے ایک منٹ کے لیے تنہا نہیں چھوڑتا تھا۔

visit for more novels:
www.urdu-novelbank.com

ہیلو! کیسی ہیں؟“ وہ یہی سوچ رہی تھی جب وہ اس کے قریب کھڑا پوچھ رہا تھا ”

- سگریٹ کے دھواں نے زارا کو کھانسنے پر مجبور کر دیا۔ اُس نے کھانستے ہوئے منہ پر ہاتھ

رکھا۔

اوہ سوری " ! سامنے کھڑے آدمی نے معذرت خواہانہ انداز میں کہتے اپنے ہاتھ میں ”
پکڑے اس سگریٹ کو زمین پر پھینک کر پاؤں سے مسل دیا۔

آپ زبیر کی وائف ہیں ؟ ”

ویسے یقین نہیں آتا زبیر جیسے بندے کی اتنی خوبصورت بیوی بھی ہو سکتی ہے اس سے
مجھ سے ملوایا بھی نہیں تو میں نے سوچا خود ہی آپ سے ملاقات کر لوں ۔ ” اس نے
خباثت سے مسکراتے ہوئے کہا تو زارا کو ٹھنڈے پیسنے آنے لگے ۔ اُس نے درود پاک کا
ورد کرتے تیزی سے وہاں سے نکل جانا چاہا مگر تب تک وہ آدمی ڈھٹائی سے اس کے
راستے میں حائل ہو گیا تھا ۔

زارا کا پورا جسم کپکپانے لگا تھا بڑی مشکل سے وہ اپنے خوف پر قابو پاتے ہوئے ایک
جھٹکے سے دوسری سائیڈ سے وہاں سے نکل گئی ۔

”رک جائیں نا۔ ہم میں کون سے کانٹے لگے ہیں۔ کچھ دیر ہم سے بھی بات کر لیں“

- ”دو چار قدم ہی آگے گئی تھی لیکن اس خبیث انسان نے پیچھے سے اس کی کلائی پکڑ کر اسے جانے سے روک دیا تھا۔

یہ کیا بد تمیزی ہے؟“ زارا نے تقریباً چلا کر کہتے ہوئے اپنا ہاتھ کھینچ لیا لیکن وہ اتنی جلدی اپنی حرکت سے باز نہیں آنے والا تھا۔

ارے آپ ڈکیوں رہی ہیں؟“ زارا کی حالت دیکھ کر وہ محظوظ ہوا تھا اس کی
شیطانی مسکراہٹ مزید گہری ہوگئی تھی۔ وہاں آس پاس بات کرتے لوگ یہ تماشہ دیکھ
رہے تھے لیکن ان میں سے کسی نے بھی دخل اندازی کرنے کی زحمت نہیں کی۔
لوگوں کی خود پر اٹھتی معنی خیز نظروں سے بچنے کے لیے وہ تقریباً دوڑتی ہوئی باہر کی
جانب بڑھ گئی اور سامنے سے آتے زبیر سے ٹکرا گئی۔

اسے اس طرح دیکھ کے زبیر اپنے دوست سے معذرت کی اور اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔
وہ پریشانی سے اپنے لب کاٹ رہی تھی۔

”کیا ہوا؟ تم اتنی ڈری ہوئی کیوں ہو اور اس طرح بھاگ کیوں رہی تھیں؟“

”مجھے گھر جانا ہے۔“ اس کے پوچھنے پر زارا نے بس اتنا ہی کہا۔

”کیوں ابھی تو آئیں ہیں ہم رکو کچھ دیر میں چلیں گے؟“

زبیر اسے بتا رہا تھا یا پوچھ رہا تھا۔ اس کشمکش میں اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

پھر اسے اپنے ساتھ لے آگے بڑھنے لگا تبھی ایک آدمی اس کے قریب آکر رکا۔ زبیر کے

ساتھ کھڑی زارا پر ایک سرسری نگاہ ڈالنے کے بعد وہ اس سے مخاطب ہوا۔

"ارے زبیر تم کہاں چلے گئے تھے۔ تمہاری بیوی اکیلے ڈر رہی تھیں شاید۔"

اس بار اس کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ نہیں تھی بلکہ وہ بے حد سنجیدگی سے بولا تھا۔ اس کے حرکتوں نے ہی اسے خوف زدہ کیا تھا۔

زارا ”! زبیر نے اس کا نام دہرایا۔ وہ اس کے چہرے پر خوف اور گھبراہٹ دیکھ چکا تھا۔ کسی نے اس سے کچھ کہا تھا یا وہ یونہی ڈر گئی تھی وہ اندازہ نہیں لگا پایا پھر سامنے کھڑے شخص سے مخاطب ہوا۔

جی وہ کبھی اس طرح کسی تقریب میں نہیں آئی تھی۔ میری غیر موجودگی میں پریشان ہو گئی ہوگی۔

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

”شاید اس لیے -

اچھا! سامنے کھڑے دراز قد، چوڑے جسامت کے حامل شخص نے اچھا کو لمبا کھینچتے ہوئے کہا اور سگریٹ منہ تک لے جا کر اس کے کش لیے -

کچھ دیر پہلے زارا سے بات کرتے اس نے سگریٹ کو پھینک کر پاؤں سے مسل دیا تھا۔

اس وقت اس کے ہاتھوں میں سگریٹ دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس کا عادی تھا۔

” ایک بات کہوں اگر بُرا نہ لگے تو؟ “

”! جی بالکل پوچھیں جمشید صاحب“

آپ اس طرح کہ کر مجھے شرمندہ مت کریں۔

زبیر نے مودبانہ انداز میں کہا۔

visit for more novels:

”زبیر! تم نے شادی کر لی اور ہمیں بتایا تک نہیں۔“

جمشید نے شکوہ آمیز لہجے سے ان دونوں پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

شادی اتنی جلد بازی میں اور اتنی سادگی سے ہوئی کسی کو بتانے کا موقع ہی نہیں ملا ”

- پھر میں نے سوچا ولیمہ میں سب کو بلا لوں گا۔

اس نے جمشید کے ساتھ اپنی گفتگو میں زارا کو بھی شامل کیا جو اس کے پہلو میں کھڑی تھی۔ اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ جمشید جو زبیر کا کوئی عزیز معلوم ہوتا تھا۔ زبیر سے گفتگو کے دوران وہ مسلسل اسے ہی دیکھ رہا تھا اور وہ اس کی نظروں بچنے کے لیے وہاں سے اوجھل ہو جانا چاہتی تھی۔

”چلو ٹھیک ہے پھر تو میں ضرور آؤں گا۔ تم واقعی بہت خوش قسمت ہو، تمہیں اتنی“
”خوبصورت بیوی ملی ہے۔“

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

وہ زبیر سے مصافحے کے دوران ہنستے ہوئے بولا اور وہاں سے چلا گیا۔

زبیر کو اس کا اس طرح زارا کی تعریف کرنا اچھا نہیں لگا لیکن وہ ضبط کر گیا۔ وہ دونوں کچھ دیر وہاں رکنے کے بعد گھر واپس آ گئے تھے۔

زبیر کپڑے تبدیل کرنے کے بعد جب کمرے میں آیا تو زارا کو روتے دیکھ کر ٹھٹک گیا۔

اب تم رُو کیوں رہی ہو؟“ وہ بیڈ تک آیا تھا اور بائیں سائیڈ بیسٹ کر گھڑی اتارتے ”
ہوئے پوچھنے لگا

”و۔۔۔۔۔وہ کک۔۔۔۔۔کچھ نہیں۔“

زارا دونوں ہاتھوں سے آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔

”ہممم۔ لائٹ بند کر دو مجھے نیند آرہی ہے۔“

اس نے گھڑی اتار کر میز پر رکھتے ہوئے اسے لائٹ بند کرنے کا کہا تو زارا اپنی چوڑیوں کو

ڈبے میں رکھ کر لائٹ بند کرنے کے لیے اٹھ گئی۔
visit for more novels:
www.urdu-novelbank.com

”!.....سُنو“

جی ”!!..زارا نے فوراً کہا۔“

وہ.... وہ میں اکیلی کھڑی تھی تو وہاں سب مجھے ہی گھور رہے تھے اس لیے میں ڈر ”
 ”گئی تھی۔

www.urduovelbank.com

”کیوں ڈکیوں گئی تھی تم بھی حد کرتی ہو۔ وہاں سب کے سب انسان ہی تھے۔ اچھا
”اب لائٹ بند کردو، مجھے نیند آرہی ہے۔“

★★★★★ وہ سر جھٹک کر کہتا سونے کے لیے لیٹ گیا۔

لاؤنج میں لگا فون بجے چلے جا رہا تھا مگر کسی نے اٹھانے کی زحمت نہیں کی تھی۔ آخر کار ندا خاتون کو لائونج میں آنا پڑا۔

”کب سے بیل بج رہی ہے لیکن مجال ہے کوئی اپنے کمروں سے نکل جائے۔“

انہوں نے بڑبڑاتے ہوئے ریسپور کان سے لگا لیا لیکن فون سنتے ہی ان کی بے زاری پل بھر میں مسکراہٹ میں بدل گئی۔ کچھ دیر بات کرنے کے بعد وہ فون رکھ کر عائشہ کو آواز لگانے لگیں جو اپنے کمرے میں بیڈ پر بیٹھی پیر کی انگلیوں پر نیل پینٹ کا آخری کوٹ لگانے میں مصروف تھی۔ اس نے ماں کی آواز سن کر بھی ان سنا کر دی اور وہیں بیٹھی ناخنوں کی تراش خراش میں لگی رہی۔

ندا خاتون خود ہی آواز دیتی اس کے کمرے میں پہنچیں اور اسے بیڈ پر دراز دیکھ کر ایک دم سے پھٹ پڑیں۔

”میں کب سے تمہیں آواز لگا رہی ہوں مگر مجال ہے تم کوئی جواب ہی دے دو۔ ماں“
کی بات کو نظر انداز کر کے تم یہاں پڑی آرام فرما رہی ہو۔ تمہاری انہی حرکتوں کی وجہ سے
!میں سخت پریشان ہوں عائشہ

”اے ایسی نافرمان اولاد کسی کو نہ دے۔“

دوسروں پر ظلم و ستم کرنے والی اپنی اولاد کی نافرمانی کا رونا رو رہی تھیں۔

آپ کو تو ہمیشہ مجھ میں ہی بُرائیاں نظر آتی ہیں ماما۔ ”عائشہ خفگی سے کہتے ہوئے“
اٹھ گئی۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

البتہ ندا خاتون اس کی بات سن کر اسے افسوس کے ساتھ دیکھنے لگیں۔ اس سے کچھ کہنا
ہی فضول تھا۔

”اچھا سنو! زبان کا فون آیا تھا، ایک دو دن میں یہاں پہنچ جائے گا۔“

انھوں نے خوشگوار انداز میں زیان کے آنے کی خبر دی تو عائشہ نے ماں کے خوشی سے کھلتے چہرے کی اور دیکھا۔

تو.... آ رہا ہے تو آتا رہا اور اس میں خوش ہونے والی کونسی بات ہے ماما؟ وہ کونسا ہم سے ملنے آتا رہا ہے۔ بیرون ملک جا کے اسے یہ یاد ہی نہیں رہا کہ ہم سے کوئی رشتہ بھی ہے اور اب اتنے سالوں بعد رابطہ ہوا ہے تو اس نے کبھی ہم سے بات کرنے میں دلچسپی نہیں دکھائی۔ ناجانے کس بات کا غرور ہے۔ ”وہ جلے کٹے انداز میں بولتی رہی۔

visit for more novels:

عائشہ ”بیٹی کی بے زاری اور تیور دیکھ کر ندا خاتون نے اسے ڈپٹا۔ وہ کیا کچھ سوچ کر بیٹھی تھیں مگر اس کے تو مزاج ہی نہیں مل رہے تھے۔“

اس میں جھوٹ کیا ہے ماما! سچ ہی تو کہہ رہی ہوں وہ فون پر بھی زارا کا پوچھتا رہا ہے۔ ”اس نے غصے سے کہا۔

وہ اتنے سالوں بعد ہم سے ملنے آ رہا ہے اور تم اس طرح کی باتیں کر رہی ہو۔ بہت
 ”افسوس کی بات ہے۔“

اپنی بہن کی طرف سے اچانک رابطہ ختم ہونے کی وجہ سے وہ مایوس ہو گئی تھیں لیکن جب دوبارہ سے ان کی طرف سے رابطہ ہوا تو ان کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ ایک پڑھا لکھا ویل سیٹلڈ لڑکا وہ بیٹی کی نادانی کی وجہ سے ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتی تھیں۔ جب سے انھیں پتا چلا تھا کہ ان کی بہن مستقل پاکستان سیٹل ہونے کے ارادے سے آرہی ہیں تو انھوں نے زارا کو جیسے تیسے کر کے اس گھر سے دور بھیج دیا تھا کیوں کہ وہ اپنی بہن کے مزاج سے خوب واقف تھیں۔ عباس بھائی کے وفات کے بعد

تو زارا ان کے سامنے بے چاری بنی ہوتی اور ان کا سالوں سے دیکھا گیا خواب مٹی میں مل جاتا۔

اونہہ.... اہم! آپ تو رہنے دیں ماما اور اگر اس نے زارا کا پوچھ لیا تو آپ کیا بتائیں ”
“گی اسے؟

عائشہ کو نئی فکر لاحق ہوئی اس کی بات سن کر ندا خاتون بھی سوچ میں پڑ گئیں انھوں نے تو اس بارے میں سوچا ہی نہیں تھا۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

★★★★★

”کلثوم!....بیڈ شئیٹ بھی بدل دو۔“

مالکوں کے آنکھ سے بچ بچا کر کام میں دُنڈی مارنے میں ماہر کلثوم بی آج پکڑی گئی تھی

www.urdu-novel-bank.com

اس سے بھی چُن چُن کر کام لیا جا رہا تھا۔

زبان آنے والا تھا اور وہ چاہتی تھیں کہ ہر چیز پرفیکٹ ہو۔ کوئی بھی کمی بیشی نہ رہے
بس اسی لیے آج یہاں رہنے والا ہر فرد گھن چکر بنا ہوا تھا۔

زیان جب چھوٹا تھا تب سے وہ اسے اپنا داماد بنانے کا خواب دیکھ رہی تھیں۔ اپنی منہ پھٹ اور خود سر بیٹی کے لیے بیٹھے بٹھائے اتنا خوبصورت اور امیر لڑکا مل رہا تھا۔ وہ کیوں کر یہ موقع ہاتھ سے جانے دیتیں۔

عائشہ کی پیدائش کے وقت انھوں نے باتوں باتوں میں حلیمہ خاتون کے کان میں یہ بات ڈال دی تھیں۔ حلیمہ خاتون نے تو بچوں پر چھوڑ دیا تھا لیکن انھیں پورا یقین تھا کہ ان کا یہ خواب ضرور سچ ہوگا۔ صفائی کے بعد وہ کلثوم کے سر پر کھڑی ہو کر مختلف قسم کے لوازمات بھی تیار کرواتی رہیں۔ لائبہ اسکول سے آئی تو ماں کو تیاریوں میں مصروف دیکھ کر مسکرانے لگی اتنے عرصے بعد زیان آ رہا تھا اور وہ خود بھی زیان کے آنے کی خبر سُن کر بہت خوش تھی۔ اس نے اپنی ماں سے ہی اس کا کافی ذکر سن رکھا تھا وہ دو تین سال کی تھی جب وہ لوگ پاکستان سے امریکہ شفٹ ہو گئے تھے۔ اس نے اس کی تصویریں ہی دیکھی تھیں اور کبھی کبھار فون پر بات کیا تھا۔

ظفر بھی کافی خوش تھا اس کے آنے کی خوشی میں وہ آج اپنا کرکٹ میچ کا پروگرام بھی ملتوی کر چکا تھا۔

اس گھر میں اگر کوئی ناخوش تھا تو وہ عائشہ نعیم تھی۔ نا جانے وہ اسے کیوں پسند نہیں کرتی تھی۔ وہ اس کا نام سنتے ہی بھڑک جاتی تھی اور ایسا بچپن سے ہوتا آیا تھا۔

شام چار بجے کے قریب اُس نے فون پر اطلاع دی کہ وہ شہر میں داخل ہو گیا ہے کچھ دیر میں پہنچ جائے گا۔

نعیم صاحب اپنے تمام معاملات سے الگ تھلک آفس کے کام کر رہے تھے۔

دو دن پہلے انھیں زیان کی آنے کی خبر ملی تھی گھر کے سارے کام ندا خاتون دیکھتی تھیں۔ ہر کام ان کی مرضی سے ہی ہوتا تھا انھیں بس بتایا جاتا تھا۔

وہ ندا کی فطرت سے واقف تھے۔ دولت پانے کی خواہش نے انھیں خود سر بنا دیا تھا۔

شادی ہوتے ہی ان پر انکشاف ہو گیا کہ آرام و آسائش والی زندگی کی خواہاں ہیں اور اس

اپنے چھوٹے بھائی عباس کی وفات کے بعد ان کی جائیداد پر بھی قبضہ کر لیا بلکہ بے چاری زارا کی زندگی اجیرن کر دی تھی۔

انہیں اس مادیت پرست عورت کو دیکھ کر شدت سے اپنی غلطی کا احساس ہوتا جو انہوں نے ان سے شادی کر کے کی تھی۔ وہ انہیں سمجھا کر تھک چکے تھے۔ ایسا کرنے پر ان کے درمیان جھگڑا ہوتا تھا جس سے گھر کا ماحول خراب ہو جاتا یہ سوچ کر انہوں نے سمجھنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ شادی ان دونوں کی مرضی سے ہوئی تھی اب شکایت کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہونے والا تھا۔

★★★★★

زیر صبح کا گیا اب تک گھر نہیں لوٹا تھا اور زارا اُس کا انتظار کرتے کرتے وہیں صوفے پر
سُو گئی تھیں۔

رات گئے جب زبیر واپس آیا تو ناک کرنے کے بجائے اپنے پاس موجود چابی سے دروازہ کھول کر اندر چلا آیا اور خاموشی سے اپنے کمرے میں بڑھتے ہوئے اس کی نظر صوفے پر سوئی زارا پر پڑی تو وہ ٹھٹک گیا اور کمرے میں جانے کا ارادہ ملتوی کرتا وہ اس کی طرف چلا آیا۔ اسے آوازیں لگانے پر بھی جب وہ نہ اٹھی تو اس نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ

تھپتھپایا۔

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

“! زارا..... زارا اُٹھو

زارا نے اپنی خمار آلود آنکھیں کھول دی اور زیر کو سامنے دیکھتے ہی ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھ گئی۔

”آپ...آپ کب آئے؟“

ابھی تھوڑی دیر پہلے آیا ہوں۔ تم یہاں کیوں سو رہی تھیں؟“ اس نے پوچھا۔

”میں آپ کا انتظار ہی کر رہی۔ پتا نہیں کیسے میری آنکھ لگ گئی۔ آپ فریش ہو جائیں
 ”میں کھانا لگاتی ہوں۔“

”نہیں..... رہنے دو! میں کھانا کھا کر آیا ہوں۔“

وہ اسے بتا کر اس کا ری ایکشن دیکھے بغیر کمرے کی جانب بڑھ گیا تھا جبکہ زارا گہرا سانس خارج کر کے رہ گئی زبیر خود کھانا باہر سے کھا کر آیا تھا مگر وہ جو اس کے انتظار میں کب سے بھوکی تھی اُس نے پوچھنا بھی گوارا نہیں کیا۔

★★★★★

زیان کا بھرپور استقبال کیا گیا۔ جب سے وہ یہاں آیا لائبرے اور ظفر کے گرد دائرہ بنائے بیٹھے مختلف قسم کے سوالات کیے جا رہے تھے۔ وہ ان کے سوالوں کے جوابات دے کر تھک گیا تھا اور کچھ دیر آرام کرنا چاہتا تھا کیوں کہ مستقل ڈرائیونگ کی وجہ سے اس کی پیٹھ اکڑ گئی تھی۔

تبھی ندا خاتون ہاتھ میں اورنج جوس کا گلاس لیے ان تینوں کے پاس چلی آئیں۔

بچو! اب زیان بھائی کو آرام کرنے دو۔ میں دیکھ رہی ہوں جب سے زیان آیا ہے تم "دونوں ایک لمحے کے لیے بھی چپ نہیں ہوئے۔"

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

ان کی بات سن کر لائبرے اور ظفر کا چہرہ اتر گیا البتہ زیان نے شکر ادا کیا تھا کیوں کہ وہ تھکاوٹ کے باوجود مروت میں کچھ بول بھی نہیں پایا۔

"اجی خالہ جان! ٹھیک کہا آپ نے۔ باقی باتیں کل کریں گے بچو"

اُس نے مسکراتے ہوئے میز پر رکھے جوس کا گلاس اٹھا کر گھونٹ بھرتے ہوئے کہا۔

خالہ جان زارا کہاں ہے؟ کہیں نظر نہیں آ رہی؟"

”اگر میں نہیں ہے یا وہ مجھ سے ملنا نہیں چاہتی؟“

جس کا گلاس میز پر واپس رکھتے ہوئے اس نے آس پاس متلاشی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ زیان اس سے مل کر گزشتہ ساری شکایتیں دور کرنا چاہتا تھا۔ عباس ماموں کی فونگی پر تعزیت کے لیے نہ آنے پر اس سے معذرت کرنا چاہتا تھا حالانکہ تب وہ اس بات سے بے خبر تھا اور امریکہ میں گزارے ماہ و سال کے قصے اور رابطہ نہ رکھنے کی مجبوری اور وجوہات بتانا چاہتا تھا مگر وہ جب سے آیا تھا وہ کہیں نظر نہیں آرہی تھی وہ سارے رستے یہی سوچتا آیا تھا کہ اب بھی وہ بچپن جیسی معصوم پری دکھتی ہوگی یا وقت نے اسے بدل دیا ہوگا۔ لائبہ، ظفر اور عائشہ سے وہ آتے ہی مل چکا تھا ایک زارا ہی تھی جس سے اس کی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔

”کیا ہوا خالہ؟ بتائیں نا کہاں ہے وہ۔ اچھا چھوڑیں میں خود ہی مل لیتا ہوں۔“

ندا خاتون کو خاموش دیکھ کر وہ کہتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ وہ اپنی خاموشی توڑتیں اس سے پہلے لائبر بول پڑی۔

"زیان بھائی۔ زارا آپ تو اب ہمارے ساتھ نہیں رہتیں۔"

یہاں نہیں رہتی مطلب ؟ "وہ حیران ہوا تھا۔"

ان کی تو شادی ہو گئی ہے۔ "اس بار ظفر نے بھی گفتگو میں اپنا حصہ ڈالا۔"

"لائبر، ظفر تم دونوں اپنے کمرے میں جاؤ۔"

لیکن ماما۔ "ندا خاتون جیسے ہوش میں آئی تھیں انھوں نے دونوں کا کمرے میں جانے کو کہا تو لائبر کا منہ بن گیا۔

میں نے کہا نا کمرے میں جاؤ "! انھوں نے سختی سے کہا تو وہ دونوں وہاں سے نہ چاہتے ہوئے بھی اٹھ کر اپنے اپنے کمرے میں چلے گئے۔ شکر تھا دونوں عائشہ کی طرح نہیں تھے بلکہ اپنی ماں کا کہنا مانتے تھے۔

زارا کی شادی کا سُن کر وہ کافی اُلجھ گیا تھا۔

اسے یقین نہیں ہو رہا تھا کہ اس کی شادی ہو گئی تھی وہ یہ سوچ کر آیا تھا کہ وہ یہاں آکر خوب باتیں کرے گا۔ اس کی ناراضگی دور کرے گا۔

اتنی کم عمری میں ان لوگوں کے علم میں لائے بغیر اس کی شادی ہو جائے گی اس کی سوچ بھی وہاں تک نہیں گئی تھی۔

”خالہ جان زارا کی شادی..... یہ کیسے ہو سکتا اور آپ نے ہمیں بتایا بھی نہیں؟“

”زبان دراصل سب کچھ اتنی جلدی میں ہوا کہ بتانے کا موقع ہی نہیں ملا۔ بہت اچھا“

رشتہ تھا تو ہم منع ہی نہیں کر پائے۔ وہ اپنے گھر میں بہت خوش ہے۔ میں پہلے بتانا

”چاہتی تھی لیکن اس حالت میں باجی کو پریشان نہیں کرنا چاہتے تھے۔“

انھوں نے شکستہ انداز میں کہتے ہوئے معاملے کو سنبھالنے کی کوشش کی اور زبان کو

پوری بات سے بے خبر رکھا۔

دل پہ لگے زخم

رات میں جب زیان نے حلیمہ خاتون کو فون پر ساری تفصیلات سے آگاہ کیا تو وہ بھی کافی دیر تک تو سکتے کی کیفیت میں گرمی رہیں۔

www.urduovelbank.com

★★★★★

زبیر نے ولیمے کے لیے ایک چھوٹا سا پروگرام رکھا تھا جس میں اس نے سبھی جاننے والے کو مدعو کیا۔

شہزادان دونوں کے ولیمے سے دو روز قبل ہی اس کے گھر پر آ کے ٹھہری تھی۔ وہ شاپنگ میں زارا کی مدد کروا رہی تھی۔ لبنی خاتون اپنی مصروفیت کی وجہ سے آ نہیں پائی تھیں جس کا انھیں بہت افسوس تھا۔

زارا نے اس معاملے میں بھی شہزاد کی پسند کو اہمیت دی تھی۔ جو بھی شہزاد پسند کر رہی تھی اس نے خاموشی سے اُس پر پسندیدگی کی مہر لگا دی تھی۔ اس سب چکروں میں دو دن کیسے گزر گیا پتہ ہی نہیں چلا۔

زارا کے لیے یہیں خوش کن بات تھی کہ شزا اس کے ساتھ تھی۔ شزا کی کمپنی نے بہن

visit for more novels:
www.urdu-novelbank.com

کی کمی پوری کر دی تھی۔

زارا کے لاکھ منع کرنے کے باوجود بھی شہزاد نے ضد کر کے پارلر سے اپوائنٹمنٹ لے لی تھی۔ صبح ناشتہ سے فارغ ہوتے ہی وہ دونوں گھر سے نکل گئیں تاکہ شام میں وقت پر

ولیمہ کی تقریب میں پہنچ سکے۔ زبیر اپنے دوستوں کے ساتھ ولیمہ کے سارے انتظامات دیکھ رہا تھا۔



اُسے یہاں آئے دو دن ہو گئے تھے۔ لائبہ اور ظفر اسکول سے آتے ہی اس کے پاس دائرہ بنا کر بیٹھ جاتے وہ سارا دن ان کی اُٹ پٹانگ باتیں سنتا رہتا۔
www.urdu-novel-bank.com
کبھی ان کے ساتھ گیم کھیلتا تو کبھی انھیں اپنے امریکہ میں گزارے دنوں کی کہانی سناتا۔
آج بھی وہ ان کے ساتھ گراؤنڈ سے کرکٹ کھیل کے واپس لوٹا تھا۔

ندا خاتون کے منع کرنے پر بھی وہ دونوں اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے تھے جبکہ عائشہ صرف کھانے کے میز پر ہی اُسے نظر آتی تھی۔ سارا دن نا جانے وہ کہاں غائب رہتی تھی

شاید وہ اس کے آنے سے خوش نہیں تھی۔ وہ خاموشی سے اس بات کو نوٹ کر رہا تھا لیکن کسی کے سامنے اس بات کا ذکر نہیں کیا تھا۔

رات میں نعیم صاحب بھی ان کے ساتھ بیٹھ کر کچھ پروگرام دیکھ لیا کرتے تھے۔ وہ بالکل اس کے بابا جیسے ہی تھے دوسروں میں گھل مل جانے والے۔ وہ ان کی کمپنی انجوائے کرتا تھا جیسے اپنے بابا کی موجودگی میں کیا کرتا تھا۔

زیان کے آنے سے سب گھر والے بے حد خوش تھے لیکن عائشہ کا رویہ اب بھی پہلے دن جیسا تھا وہ اس سے بات کرنا تو دور اس کے سامنے ہی بہت کم آیا کرتی تھی۔

اسی روٹین کے ساتھ ایک ہفتہ گزر گیا تھا اور آج وہ اپنے دوست سے ملنے لاہور جا رہا تھا جو کچھ عرصہ پہلے ہی امریکہ سے اپنی بہن کی شادی میں پاکستان آیا تھا۔ ندا خاتون کے ساتھ بچے بھی اس کی واپسی کا سُن کر بہت اداس ہو گئے تھے۔ ان کے بس میں ہوتا تو اسے جانے ہی نہیں دیتے۔

ولیمے کی اس تقریب میں مدعو تمام افراد سے آہستہ آہستہ ہال بھرنے لگا تھا۔ زارا تھوڑی دیر پہلے پارلر سے سیدھا ہال پہنچی تھی۔ اُس نے گولڈن رنگ کا عروسی لباس پہن رکھا تھا۔ مہارت سے کیے گئے میک اپ میں وہ اور بھی حسین لگ رہی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ کسی سلطنت کی شہزادی ہو۔

زبیر بلیک رنگ کے تھری پیس سوٹ میں معمول سے مختلف نظر آ رہا تھا۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

وہاں موجود تمام نفوس کی آنکھوں میں زارا کے لیے ستائش تھی اور دل ہی دل میں وہ لوگ زبیر کی قسمت پر رشک کر رہے تھے اور بیٹوں کی مائیں زارا جیسی خوبصورت بہو پانے کی تمنا کر رہی تھیں۔

زبیر دوستوں کو دیکھ کر ان سے ملنے چلا گیا تو وہ اکیلی بیٹھی چہرے پر مسکراہٹ سجائے
داد وصول کرنے میں مصروف رہی ۔

آپ کا نام زارا ہے؟“ سات آٹھ سال کے قریب ایک بچے نے اس کی قریب آکر
پوچھا تو اس نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

جی چھوٹے! میں ہی زارا ہوں آپ کیوں پوچھ رہے؟“ اس کے استفسار پر بچے نے اسے بتایا کہ زبیر اُسے بلا رہا ہے۔

”کہاں ہیں وہ؟“ اس کے پوچھنے پر بچے نے ٹرائل روم کی طرف اشارہ کیا اور وہاں سے بھاگ گیا۔ وہ اپنے قریب بیٹھی خاتون سے معذرت کرتی اسٹیج سے اتر کر ٹرائل روم کی طرف بڑھ گئی جہاں اس بچے نے اشارہ کیا تھا۔

دروازہ کھول کر وہ روم میں داخل ہوئی تھی تو وہاں زبیر کیا کوئی بھی نہیں تھا۔

”یہ زبیر کہاں گئے؟ اس بچے نے تو یہی کا بتایا تھا۔“ وہ پریشانی سے بولی۔

زبیر دوستوں سے ملنے کے بعد جب اسٹیج پر آیا تو زارا کو غائب دیکھ کر حیران ہوا اور اسے ڈھونڈنے لگا۔

شہزا "اچھ فاصلے پر کھڑی شہزا کو لڑکیوں سے گفتگو کرتا دیکھ کر اس نے پکار تو وہ ان" سے معذرت کرتی اس کی طرف چلی آئی۔

"جی بھائی"

"شہزا۔ زارا کہاں گئیں، تم نے دیکھا اُسے؟"

زارا بھابی، ابھی تو وہ یہیں تھیں۔ ہاں کچھ دیر پہلے میں نے انہیں ٹرائل روم کی طرف جاتے دیکھا تھا۔ کیوں کیا ہوا بھائی اب پریشان لگ رہے ہیں؟" اس نے یاد آنے پر زبیر کی اڑی رنگت دیکھ کر پوچھا۔

"نہیں کچھ نہیں۔ تم انجوائے کرو!"

اس نے مسکرا کر کہا اور خود ٹرائل روم کی طرف بڑھ گیا۔

ٹرائل روم کو خالی پا کر زارا واپس جانے کے لیے مڑی لیکن سامنے شیشے میں اپنا سراپے پر نظر پڑتے ہی

وہ اک لمحے کے لیے حیران رہ گئی۔

آج وہ اس روپ میں واقعی بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ جب پارلر سے واپسی پر شہزادہ نے اس کی تعریف کی تو اُسے لگا تھا وہ بس اس کا دل رکھ رہی ہے۔

وہ ان خیالوں میں گم تھی تبھی دروازہ کھول کر اندر کوئی داخل ہوا۔

”شاید زبیر ہوں گے۔“ وہ چونک کر پلیٹ لیکن اندر داخل ہونے والا شخص زبیر نہیں تھا۔

آ...آپ یہاں کیا کر رہے ہیں اور..... اور زا.....زبیر کہاں ہیں؟“ اس کی شکل دیکھتے ہی زارا خوف زدہ ہو گئی اور ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں کہا۔

اس کی گھبراہٹ دیکھ کر سامنے کھڑے شخص کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ پھیل گئی۔

”اوہ تو تم زبیر کا انتظار کر رہی تھی۔ پر سوری وہ تو یہاں نہیں ہے۔ میں نے ہی“
اس بچے سے کہہ کر تمہیں یہاں بلایا تھا۔“ اس نے مسکراہٹ کے ساتھ بتایا تو زارا کے اعصاب تن گئے۔

”تمہیں معلوم ہوتا کہ زبیر نے نہیں بلکہ میں نے بلایا ہے تو کیا تم آتی؟“
وہ کہتے ہوئے خباثت سے ہنسنے لگا اور زارا کا دل چاہا وہ کسی بھی طرح اس شخص کو
www.urdu-novel-bank.com
یہاں سے غائب کر دے۔

”دیکھو ڈرو مت۔ میں یہاں تم سے بات کرنے آیا ہوں۔“
جمشید کہتے ہوئے وہ کچھ قدم آگے بڑھا تو زارا ڈر کے پیچھے ہٹ گئی۔

”مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی۔ آپ جائیں یہاں سے۔“ اس بار وہ ہمت ”
دکھاتے حلق کے بل چلائی تھی۔

ایک بار میری بات تو سُن لو اتنا ہائپر کیوں ہو رہی ہو؟“ وہ اس کے چلانے سے بد مزہ
ہوا۔

”تم نے سنا نہیں مجھے کچھ نہیں سننا، جاؤ یہاں سے۔“ اس کی ڈھٹائی دیکھ کر وہ
حلق کے بل چیخنی تو یوں محسوس ہوا کہ حلق میں خراش آگئی ہو۔

visit for more novels
www.urdu-novelbank.com

”کیا تم زبیر کو دیکھ دیکھ کر بور نہیں ہوتی۔ بڑا عجیب بندہ ہے ویسے.... چپ چاپ
“شادی کر لی اور بتایا بھی نہیں۔

وہ اس کی بات کو خاطر میں لائے بغیر خباثت سے ہنستے ہوئے اس کے قریب چلا آیا۔

دور... دور رہو مجھ سے ورنہ.... ورنہ میں چلاؤں گی۔ ”وہ اسے تنبیہ کر رہی تھی۔ وہ“
جانتی تھی کہ اس شور میں اس کی آواز اس روم سے باہر نہیں جائے گی۔

تو چلاؤ.... میں بھی دیکھتا ہو تمہارے چلانے سے کتنے لوگ آتے ہیں۔ ”وہ ذرا آگے“
کو آیا تو زارا کے منتھنوں سے جانی پہچانی بو ٹکرائی اور یکدم اس کی گھبراہٹ میں اضافہ ہوا۔
اس بو سے اسے کافی شناسائی تھی۔ اکثر زیر نشے کی حالت میں جب گھر لوٹتا تو اس کے
منہ سے بھی بالکل اسی طرح بو آتی تھی۔

وہ نشے میں تھا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اسے پیچھے دھکا دیا اور اپنے کپڑے سنبھالتی
دروازے کی سمت بڑھی۔ وہ لڑکھڑا کر گرتے گرتے بچا۔ زارا نے دروازہ کھولنے کے لیے
ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ زیر اندر داخل ہوا۔

جمشید کو وہاں دیکھ کر اس کے چہرے پر ناگوار لکیریں ابھریں اور اس نے غصے سے زارا
کو دیکھا۔

اس سے پہلے وہ کچھ کہتی زبیر کو دیکھتے ہی جمشید نے اپنا پینٹرا بدل لیا۔

زبیر تم کہاں تھے یار۔ تمہاری بیوی نے مجھے یہاں بٹلایا مجھے لگا تم ساتھ ہو۔ یہاں آکر دیکھا تو تم تھے ہی نہیں تو سوچا بھابھی سے ہی بات کر لیتا ہوں ویسے زارا بھابھی بہت مذاق کرتی ہیں۔ کیوں زارا بھابھی؟

وہ شاطرانہ انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا تو زارا اس کی خباثت دیکھ کر روہانسی ہو گئی۔ اس کے ہاتھ پیر پھولنے لگے۔

”تمہیں ولیمے کی بہت مبارک بادیار، چلو اب میں چلتا ہوں تم دونوں انجوائے کرو۔“

اس نے مسکراتے ہوئے زبیر کے شانوں کو تھپک کر کہا اور باہر نکل گیا۔ اس نے اپنی بھرپور اداکاری سے پورا معاملہ ہی پلٹ دیا۔ زارا اس مکار آدمی کی چال بازی دیکھ کر دنگ رہ گئی۔ وہ تو چلا گیا تھا لیکن وہ زبیر کی آنکھوں میں آیا غصہ دیکھ سکتی تھی۔ زبیر اس سے کسی بھی قسم کی گفتگو کیے بغیر اسے بازو سے پکڑ کر گھسیٹتا ہوا اسٹیج تک لے آیا۔ اس

وقت سب کے سامنے اس نے کچھ بھی نہیں کہا تھا مگر زبیر کا ردِ عمل کا سوچ کر ہی اس کی حالت غیر ہو رہی تھی۔

مہمان ڈنر کے بعد اپنے گھر روانہ ہوتے ہی وہ دونوں بھی گھر چلے آئے۔ شہناز بھی اپنی کزن کے ساتھ ماموں کے گھر چلی گئی تھی۔

★★★★★

“تم.... تمہاری ہمت کیسے ہوئی اس جمشید سے بات کرنے کی؟“

گھر پہنچتے ہی زبیر اس پر برس پڑا تھا۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

“....آ....آپ میری بات کا یقین کریں زبیر۔ میں نے اُسے نہیں بلایا تھا میں تو ”

وہ بولتے بولتے رو دی تھی۔

زبیر کو آپے سے باہر دیکھ کر اسے کچھ سمجھ نہیں آیا تھا۔ پچھلے کچھ دنوں سے زبیر میں آئے بدلاؤ کو دیکھ کر وہ کتنی خوش تھی لیکن آج زبیر کو دوبارہ سے پرانے روپ میں دیکھ کر اس کی ہمت جواب دے گئی۔

بس اب آگے ایک لفظ بھی مت کہنا تم۔ ”اس کے لہجے کی تلخی برقرار تھی زارا ہنوز“
نظریں جھکائے

روتی رہی۔

تم بھی سب عورتوں جیسی نکلی۔ میری غلطی ہے جو میں نے سوچا تم ان سے ”
مختلف ہو، معصوم ہو..... میں اپنے کیے پر پیشمان تھا مجھے لگا میں نے تم پر بہت ظلم
کیے، تمہارے ساتھ زیادتیاں ہوئی ہیں

”لیکن آج تمہاری اس حرکت نے ثابت کر دیا کہ میں کتنا غلط تھا تم اس کی حق دار ہو۔

وہ نہیں چاہتی تھی کہ زبیر پھر سے اسے غلط سمجھے ایک مشرقی بیوی کی طرح وہ ہر حال میں اپنا رشتہ بچانا چاہتی تھی۔

اس لیے اپنے دھتکارے جانے پر بھی وہ دوڑتی ہوئی کے سامنے راستہ روک کر کھڑی تھی زبیر پلیز میری بات کا یقین کریں میں بے قصور ہوں۔ "زارا کے چہرے پر نقش سچائی" دیکھنے کی بجائے زبیر نے طیش میں آکر اسے دھکا دیا۔ زارا اپنا توازن برقرار نہیں رکھ پائی اور میز کے کونے سے جا ٹکرائی۔ میز سے ٹکرانے کی وجہ سے اس کے ماتھے پر گہرا زخم لگا اور اس میں سے خون رسنے لگا تھا۔ تکلیف کی شدت سے وہ کراہ کر رہ گئی۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

اوپر جاتے ہوئے جب زبیر کی نظر فرش پر بیٹھی کراہتی زارا پر پڑی تو وہ الٹے پاؤں واپس آیا۔ اس کے ماتھے سے خون بہتا دیکھ کر وہ وہیں دو زانو بیٹھ گیا۔

ادھر ادھر نظر دوڑانے کے بعد جب کچھ نہیں ملا تو اس نے اپنے پینٹ کی جیب سے ایک نیپکین نکال کر اس کے زخم پر رکھ دیے تاکہ خون رک جائے۔ پھر اسے پکڑے

رہنے کا حکم دیتا کمرے کی اور بھاگا۔ وہ نیپکین کی مدد سے خون روکے لب بھینچے خاموشی سے ساری کاروائی دیکھتی رہی۔

کچھ دیر بعد وہ ہاتھ میں فرسٹ ایڈ باکس لیے واپس لوٹا تھا۔

کتنا عجیب تھا وہ خود ہی زخم دے کر اب مرہم بھی خود ہی رکھ رہا تھا۔

جب اسے یقین ہونے لگا تھا کہ زبیر کے پاس دل نہیں گویا پتھر ہے تب اس کے بدلتے رویے نے اسے جھوٹا ثابت کر دیا تھا اس کے اس بھیانک چہرے کے پیچھے کون

سارا ز تھا وہ اس بات سے بے خبر تھی
visit for more novels:
www.urdu-novelbank.com

وہ ایسا کیوں ہے؟ اس تلخی کی ایسی کونسی وجہ تھی جاننے کی چاہ رکھنے کے باوجود بھی کبھی پوچھنے کی ہمت نہیں کر سکی تھی۔

درد کی ایک ٹیس سی اٹھی تھی اس نے دانتوں کو سختی سے دبائے درد پر قابو پانے کی کوشش کی اور پھر سامنے بیٹھے اس شخص کو دیکھا جو اس کی معمولی زخم پر دوائی لگانے کے بعد اس زخم پر پٹی کرنے میں مصروف تھا۔

میز پر ایڈ باکس رکھنے کے بعد وہ اس کے برابر میں وہیں زمین پر بیٹھ گیا تھا۔

زارا خاموشی سے اس کے آگے کا رد عمل دیکھنے کا انتظار کرنے لگی۔ ان کے درمیان کتنے ہی لمحے خاموشی کے بیت گئے پھر زبیر نے بولنا شروع کیا۔

”مم.... میں نہیں چاہتا کہ تمہیں کوئی نقصان پہنچاؤں لیکن“ اس کی آواز میں ”
www.urdu-novel-bank.com
تھکن نمایاں تھی۔

وہ بے یقینی کے عالم میں اسے دیکھ رہی تھی۔

اُس نے زارا کے چہرے پر ایک نگاہ ڈال کر پھر سے اپنا سلسلہ کلام جوڑا۔

لیکن میں چاہ کر بھی اپنے اس بھیانک ماضی سے نکل نہیں پا رہا۔ جس نے عورتوں " کے ایسے روپ دکھائے ہیں کہ مجھے لگتا ہے دنیا کی ساری عورتیں ایک جیسی ہیں۔ خود غرض، دھوکے باز، اور یہی وجہ ہے میرا دماغ مجھے تمہارے خلاف ورغلاتا ہے۔

وہ درد سے چور لہجے میں بول رہا تھا زارا اس انکشاف پر حیران ہوئی۔

وہ اسے اپنی ماضی سے جڑی حقیقت بتا رہا تھا جس کے متعلق پوچھنے کی کبھی اس کی ہمت نہیں ہوئی تھی۔

”ماں کا وجود تو سراپائے محبت ہوتا ہے لیکن میری ماں کو بھی مجھ سے محبت نہیں تھی۔“

بچپن میں دوسرے بچوں کی طرح میں بھی چاہتا تھا کہ میں باہر جا کر کھیلوں ، نئے نئے دوست بناؤں -

لیکن ان کی وجہ سے محلے کے سارے بچے مجھ سے دور بھاگتے تھے کوئی مجھ سے دوستی نہیں رکھنا چاہتا تھا۔

ماں اپنی اولاد کے لیے اپنی محفوظ ڈھال ہوتی ہے جس کے آغوش میں جاتے ہی بچہ ہر خوف سے آزاد ہو کر پرسکون ہو جاتا ہے۔

مائیں اپنے بچوں کی خوشی کے لیے دنیا سے لڑ جاتی ہے لیکن ناجانے میری ماں کیسی تھی جس نے مجھے جہنم تو دیا لیکن اس دنیا کی ٹھوکریں کھانے کے لیے چھوڑ دیا۔ اور میرے باپ نے بھی ہمیشہ مجھے دھتکارا جیسے اس دنیا میں آکر میں نے کوئی غلطی کر دی ہو۔

دوسرے بچوں کی مائیں جب انھیں اپنے سینے سے لگائے گھومتیں، انھیں پیار کرتیں تو مجھے ماں کی کمی شدت سے محسوس ہوتی تھی۔ میں نے اپنے باپ سے اپنی ماں کے متعلق پوچھا تو انھوں نے کہا کہ میری ماں مر چکی ہے۔

میں رب سے شکوہ کرتا کہ اس نے میری ماں کو اپنے پاس کیوں بلا لیا مجھے بھی اپنے ساتھ لے جاتی۔

میری دادی جان نے بھی کبھی مجھے پیار سے گلے نہیں لگایا۔

وہ مجھ سے شدید نفرت کرتی تھیں۔ اتنی نفرت کہ دن رات میرے مرنے کی دعائیں کرتیں۔ انھیں لگتا تھا میں اپنی آوارہ ماں پر گیا ہوں اور میں اس آوارہ لفظ پر ٹھٹھک جاتا۔

پھر ایک روز میرے باپ نے دوسری شادی کر لی۔ میں خوش تھا۔ میں ہمیشہ اس کے آس پاس رہتا تھا۔ بھاگ بھاگ کر ان کی خدمت کرتا کہ کہیں وہ بھی مجھے چھوڑ کر نہ چلی جائے۔ امی جان کہتے میری زبان نہیں تھکتی تھی۔

لیکن مجھ پر جانثاری کرتی ماں نے ایک دن اپنا رنگ و روپ بدل لیا۔ اس دن جب انھوں نے مجھے گالیاں دیں تو میں حیران رہ گیا کہ مجھ سے کیا غلطی ہوئی ہے جو ان کا رویہ بدل گیا۔

پھر میں نے خود کو جھوٹے دلا سے دینا شروع کر دیا کہ ماں بس ذرا پریشان رہتی ہے
اس لیے ورنہ وہ مجھ سے بہت پیار کرتی ہے۔

گرمی کے دنوں مجھے نیند نہیں آتی تھی میں صحن میں ٹہلنے نکلا تھا کہ اچانک مجھے دادی
جان کے کمرے سے آوازیں آنے لگیں۔ میں نے رک کر ان کے درمیان ہوئی گفتگو کو
سننے کی کوشش کی۔ میرے بابا، امی جان اور دادی جان آپس میں کچھ بات کر رہے تھے

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

اماں جی! آپ اس منحوس کو گھر میں رکھنا چاہتی ہیں تو میں اس گھر سے چلی جاؤں
گی۔ ”یہ کہنے والی میری سوتیلی ماں تھی جسے میں نے دل سے اپنی ماں تسلیم کیا تھا۔
اُس دن میں ساری رات میں سو نہیں پایا تھا۔

میں اس وقت اپنے اور سوتیلے میں فرق نہیں جانتا تھا لیکن جب دادی میری ماں کو گالیاں دے رہی تھیں اور مجھے برا بھلا کہہ رہی تھیں تو مجھے احساس ہوا کہ رشتوں میں بھی اپنے پرائے ہوتے ہیں۔

جب کبھی میں گھر سے باہر کھیلنے نکلتا لوگ مجھ پر ہنستے اور بار بار کہتے میری ماں بہت بُری تھی تبھی مجھے چھوڑ کر چلی گئی۔

اور میں یہ سوچ کے پریشان رہتا کہ وہ تو مر گئی تھی پھر بری کیسے تھی۔ وہ تمام لوگ جو مر جاتے ہیں کیا وہ سب کے سب برے ہوتے ہیں۔ میرا ذہن ان جملوں اور سوالوں کے گرد بھٹکا رہتا۔

ایک دن میری سوتیلی ماں نے مجھ پر چوری کا الزام لگایا اور حیرانی کی بات یہ تھی سچ جاننے کے باوجود بھی دادی نے بھی ان کا اس جھوٹ میں ساتھ دیا اور مجھے بہت مارا پیٹا۔

اُسی دن مجھ پر انکشاف ہوا کہ میری ماں میرے باپ کو چھوڑ کر کسی اور کے ساتھ بھاگ گئی تھی اور مجھے ان کے درمیان مرنے کے لیے چھوڑ گئی تھی۔

لڑکی کے گھر چھوڑ جانے پر جو بدنامی ان کے گھر والوں کو اٹھانی پڑتی ہے وہ کسی بیوی اور ماں کے اسی اقدام پر ان کی اولاد کو اٹھانی پڑتی ہے۔ زمانہ ایسی اولادوں کو کبھی قبول نہیں کرتا۔

ہر انسان کا اپنا کردار ہوتا ہے نا لیکن وہ پہچانا دوسروں کی زبان سے ادا کیے فقروں سے جاتا ہے۔ میرا تعارف بھی اسی طرح کیا جانے لگا۔ اس وقت مجھے ان تین عورتوں سے نہ صرف شدید نفرت محسوس ہوئی تھی بلکہ لوگوں سے ہی اعتبار اٹھ گیا تھا۔

سوتیلی ماں نے مجھ پر الزام لگایا کیوں کہ وہ سوتیلی تھی لیکن میرا باپ وہ تو میرا اپنا تھا۔
"اُس نے مجھ پر یقین کیوں نہیں کیا؟"

بتاؤ زارا..... کیوں نہیں کیا؟ "وہ بھرائی ہوئی آواز میں زارا سے پوچھ رہا تھا۔ وہ کیسے "
بتاتی کیوں نہیں کیا، شاید جب رشتوں میں یقین نہ ہو تو ایسا ہی ہوتا ہے اپنے بھی آپ
کا یقین نہیں کرتے ہیں وہ سوچ کے رہ گئی۔ آج اس نے بھی تو اس پر یقین نہ کر کے
یہی کیا تھا۔

وہ کچھ بھی نہیں بول پائی۔ جواب نہ ملنے پر زبیر نے دوبارہ سے کہنا شروع کیا۔
www.urdu-novel-bank.com
کاش انھوں نے میرا یقین کیا ہوتا۔ میں اپنے بابا کو اس آس کے ساتھ دیکھتا رہا کہ وہ
میری حمایت کریں گے لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ مجھے مارپیٹ کر اسی وقت گھر
سے نکال دیا۔

میں ان کی فریاد کرتا رہا اپنی بے گناہی کا یقین دلاتا رہا لیکن اس دن اس گھر کے دروازے
مجھ پر بند کر دیے گئے تھے۔

اس کے بعد میں گلی محلے میں بھٹکتا، لوگوں کی گالیاں سننا میرا مقدر بن گیا۔ میں بھوک پیاس سے بلکتا رہا لیکن میرا باپ مجھے ڈھونڈنے تک نہیں آیا۔ اسے اپنی اولاد سے کوئی غرض نہیں تھا کیوں کہ مجھے گھر سے بھاگی ہوئی عورت نے جنم دیا تھا۔ اس عورت نے میری روح کو زخمی کر دیا اگر وہ میری باپ کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی تھی تو اسے شادی بھی نہیں کرنی چاہیے تھی اور اگر شادی کر لی تھی تو کم از کم ایک ان چاہی اولاد کو پیدا کر کے یوں زمانے میں رلنے کے لیے نہیں چھوڑنا چاہیے تھا لیکن اس عورت نے نہ ماں باپ کی لاج رکھی، نہ ایک اچھی بیوی بن سکی نہ اچھی ماں۔ ساری زندگی یہ سچائی میرے

ساتھ چھٹی رہی کہ میں ایک آوارہ ماں کی اولاد ہوں اور اس اذیت نے مجھ سے میری خود اعتمادی چھین لی۔ میں آج بھی خود کو اپنے بچپن میں کھڑا سسکتا ہوا محسوس کرتا ہوں۔

میں نے وہ شہر بھی چھوڑ دیا لیکن یہ تلخ ماضی اب بھی کسی آسیب کی طرح میرا پیچھا کرتی ہے۔ ایسا لگتا ہے آج بھی لوگ مجھ پر ہنس رہے ہیں میری بے بسی پر قہقہہ لگا رہے ہیں۔

اس نے کرب سے آنکھیں موند لیں اور آنسوؤں کو حلق کے اندر اترنے دیا۔

خود کو سنبھالتے ہوئے اس نے زارا کے ہاتھ کو تھام لیا۔

کیا تم بھی مجھے چھوڑ کر چلی جاؤ گی؟ ”زارا جو سکتے کی حالت میں تھی اس کے
استفسار پر چونک گئی۔

”تو کیا اسے اب بھی لگتا تھا کہ وہ اُسے چھوڑ کر چلی جائے گی۔“ اس نے افسوس سے اس کی جانب دیکھا۔

”بولو..... میں بالکل بھی اچھا نہیں ہوں۔“

”کیا تم بھی مجھے چھوڑ کر چلی جاؤ جس طرح سب چھوڑ گئے؟“

”نہیں.....“ زارا نے گھبراتے ہوئے جواب دیا۔“

★★★★

صبح جب اُس کی آنکھ کھلی تو زیر کمرے میں نہیں تھا۔ اُس کے سر میں عجیب سا درد محسوس ہو رہا تھا۔ کچھ دیر یونہی بیٹھے رہنے کے بعد وہ سُست رومی سے اُٹھ کر واش روم میں چلی گئی۔

اب آئیے کے سامنے کھڑی وہ اپنا جائزہ لینے لگی اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ اکثر رونے کے بعد ایسا ہوتا آیا تھا۔ اس نے اپنے چہرے پر بے شمار پانی کے چھینٹے مارے تاکہ کچھ افاقہ ہو۔

کچھ لوگ قسمت کے مارے ہوتے ہیں درد جب ان کی زندگی کا حصّہ بنتا ہے تو لاکھ سر پھوڑ لے وہ ان کے وجود سے چمٹ جاتا ہے۔ پھر ان کے پاس کمپرومائز کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں بچتا۔ بہت سے لوگ کہیں نہ کہیں اپنی زندگی کے بہت سے معاملات میں کمپرومائز کرتے آئے ہیں وہ بھی کم عمری میں ہی اس کی اہمیت سمجھ گئی تھی۔

وہ اکثر سوچتی تھی کہ اگر اس کے بابا زندہ ہوتے تو کیا تب بھی وہ اسی طرح زندگی میں

کمپرومائز کرتی۔ پھر خود ہی اپنی سوچ کی نفی کر دیتی۔

کیوں کہ اس کے بابا نے اسے پلکوں پر بیٹھا کر رکھا تھا۔ اسے کسی چیز کی کمی نہیں ہونے دی تھی۔ اس کی فرمائش کرنے سے پہلے ہی اس کی من پسند چیزیں اس کے سامنے ہوتی تھیں۔

اور سب سے بڑھ کر اُن کی آنکھوں میں اپنے لیے بے پناہ محبت دیکھ کر ہی مسرور ہو جایا کرتی تھی۔

یہاں بھی اُسے کسی چیز کی کمی نہیں تھی لیکن پیار دینے والا کوئی نہیں تھا۔ اس کی آنکھوں میں آئی نئی کو دیکھ کر تڑپ جانے والا کوئی نہیں تھا اور نہ ہی اس کے افسردہ ہونے پر کوئی اداس ہوتا تھا۔

وہ اکثر کہتے تھے کہ میری شہزادی کی زندگی میں کوئی شہزادہ ہی آئے گا جو اسے مجھ سے بھی زیادہ پیار کرے گا۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

اگر آج وہ حیات رہتے اس کی یہ حالت دیکھ کر ٹوٹ جاتے۔ ان کی روح بھی تو دیکھ کر غمگین ہوتی ہوگی ایسا کچھ بھی نہیں ہوا تھا۔ ہر ماں باپ اپنی بیٹی کے لیے ہزاروں خواب دیکھتا ہے ضروری تو نہیں وہ ساری کی ساری پوری ہو جائیں۔ اُن کی باتوں کو یاد کر

کے وہ افسردہ ہو جایا کرتی تھی شاید جو لاڈلے ہوتے ہیں ان کا نصیب ہی ان کے لیے
امتحان بن جاتی ہے۔

پانی گرنے کی آواز نے اس کی سوچ کے تسلسل توڑ دیا اس نے فوراً وضو کیا اور نماز پڑھ وہ سیدھا نیچے آئی۔

زیر نیچے بھی نہیں تھا وہ اسے پورے گھر میں ڈھونڈ چکی تھی لیکن وہ اُسے کہیں نہیں ملا
شاید وہ آفس جا چکا تھا۔

رات وہ اُسے اپنی زندگی کی ایک تلخ حقیقت بتا چکا تھا۔

زارا اُسے دیکھ کر اندازہ لگانا چاہتی تھی کہ اُسے اس پر یقین ہے بھی یا نہیں۔

لیکن وہ گھر میں تھا ہی نہیں۔

وہ معمول کے مطابق گھر کے کاموں میں لگ گئی۔

زبیر رات میں آیا تھا اسے بنا کچھ کہے وہ اپنے کمرے میں چلا گیا۔

کھانے کا پوچھنے پر اُس نے صاف منع کر دیا اور پھر یہ روز ہی ہونے لگا۔ اُس دن کے بعد سے زبیر نے اُسے مخاطب کرنا ہی چھوڑ دیا۔

وہ روزانہ صبح وقت پر اُٹھ کر اس کے لیے ناشتہ بتاتی اور خاموشی سے اس کے تمام کام کرتی۔ رات کے کھانے پر اس کا گھنٹوں انتظار کرتی تھی۔ وہ جس دن کھانا باہر سے کھا کے آتا تھا ان کے درمیان ایک لفظ کا بھی تبادلہ نہیں ہوتا تھا۔

ناجانے اس کے دماغ میں کیا چل رہا تھا۔ وہ سوچ کے پریشان رہنے لگی تھی۔

www.urdu-novel-bank.com

★★★★★

زبان کو گئے دو دن ہو گئے تھے۔

اتنے کم عرصے میں ہی لائبرے اور ظفر کو اُس کی اتنی عادت ہو گئی تھی اس کے جاتے ہی وہ اسے مس کرنے لگے تھے۔ زیان کے آنے سے انھیں ان کا بڑا بھائی مل گیا جب تک وہ ان کے ساتھ رہا وہ دونوں اپنا ہر کام اس سے پوچھ کر کرتے تھے وہ انھیں بہترین مشورہ دیتا اور کامیابی پر دونوں خوشی سے اس سے لپٹ جاتے۔ جبکہ اس کی اپنی بہن عائشہ نے کبھی بھی انھیں سراہا نہیں تھا۔

عائشہ کو وہ دونوں کم ہی مخاطب کیا کرتے تھے۔ وہ خود بھی پسند نہیں کرتی تھی کہ کوئی اسے تنگ کرے۔

آج جب لائبرے اسکول سے آئی تو ضد کرنے لگی کہ اُسے زیان سے بات کرنی ہے۔

اس کے بے حد اصرار پر ندا خاتون نے اُس سے وعدہ کیا کہ وہ شام میں ان کی بات کروا دیں گی اور دونوں خوشی کے مارے چمک اٹھے تھے۔

شام میں وہ دونوں اپنے کمرے میں بیٹھے ہوم ورک کرنے میں مصروف تھے جب ندا خاتون کمرے میں داخل ہوئیں۔

”!مما آپ“

ظفر اپنی کتابیں بیگ میں ڈال رہا تھا ان پر نظر پڑتے ہی بولا۔

”کیوں میں نہیں آ سکتی؟“ وہ اس کی بات کا بُرا مان گئیں۔

”.....آ سکتی ہیں ممّا! میں نے تو بس ایسے ہی“

visit for more novels:

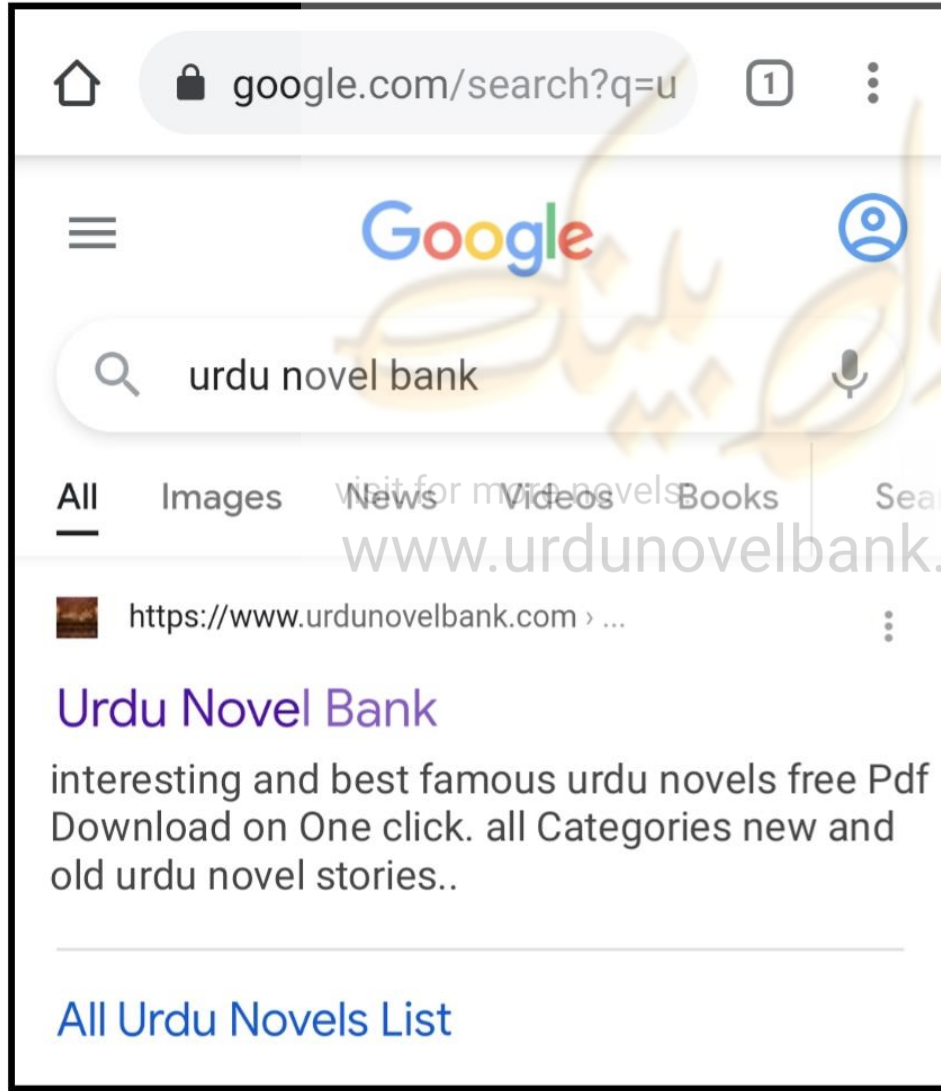
ظفر نجل سا وضاحت دینے لگا۔
www.urdu-novelbank.com

”!ہممم.... زیان کی کال ہے تم دونوں بات کرنا چاہتے تھے نا“

انھوں نے کہتے ہوئے اسے موبائل تھمایا اور وہاں سے چلی گئیں۔

اردو ناول اور سٹوریز کی سب سے بڑی ویب سائٹ

www.urduovelbank.com



Urdu Novel Bank
website

جہاں ملے آپ کو نئے
اور اچھے معیاری ناول
تمام کیٹگری میں۔۔۔

گوگل پر ٹائپ کریں

Urdu Novel Bank

اور ویب سائٹ سے
ڈاؤنلوڈ کریں ہزاروں
مکمل ناول مفت میں

آج آفس کی چھٹی تھی زبیر ناشتے کے بعد لاؤنج میں بیٹھا ٹی دیکھ رہا تھا جبکہ زارا کچن میں کھڑی اس کے لیے کیک بنا رہی تھی۔

آج زبیر کی سالگرہ تھی اس کی شادی کو چند ماہ ہوئے تھے جب وہ اس گھر میں آئی تھی تو وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کا شوہر کیسا ہے، کس مزاج کا ہے؟

لیکن آہستہ آہستہ وہ اس کے مزاج سے آشنا ہوتی گئی۔ وہ ہر اُس کام سے اجتناب کرتی جو زبیر کی ناراضی کا باعث بنتا مگر اپنی پوری کوشش کے باوجود بھی وہ اس پر غصہ نکالتا یہاں تک کہ کئی بار وہ اُس پر ہاتھ بھی اٹھا چکا تھا۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

اس کی پسند ناپسند کا اسے لبنی چاچی سے پتا چلا تھا اور اس کے سالگرہ کا بھی اسے انھوں نے ہی بتایا تھا۔

وہ زارا کے چہرے پر سبھی مسکراہٹ کو کافی دیر سے دیکھ رہا تھا اسے اس طرح دیکھ کر اُسے خوش ہونا چاہیے لیکن وہ خوش نہیں تھا۔

دو دن پہلے جب وہ آفس کے لیے گھر سے نکلا تھا۔ اس کی گاڑی خراب تھی جس کی وجہ سے اس نے ٹیکسی لینا پڑتی وہ بس اسٹاپ پر پہنچنے کے ارادے سے نکلا تو اچانک کسی کے پکارنے پر چونک کے پلٹا۔ سامنے ایک لڑکا اس کی جانب دیکھتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔ اس کے رکتے ہی وہ اس کے قریب چلا آیا اور خوش دلی سے مصافحہ کے لیے ہاتھ آگے کیا تو زیر نے اس کا ارادہ بھاپ کر اس سے ہاتھ ملا لیا۔

visit for more novels.

www.urdu-novelbank.com

”آپ اس گھر میں رہتے ہیں نا؟“

آنے والے نے انگلی کے اشارے سے اُس کے گھر کی جانب اشارہ کر کے پوچھا تو اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

”معاف کیجیے گا لیکن میں نے آپ کو پہچانا نہیں“

وہ اس شخص کو یہاں پہلی بار ہی دیکھ رہا تھا اس لیے معذرت خواہانہ انداز میں بولا۔

جی! میں چند ہفتے پہلے ہی یہاں سامنے والے گھر میں رہنے آیا ہوں اور خوش قسمتی ”
”سے آپ کے ہمسائے ہونے کا شرف حاصل کر چکا ہوں۔

اس لڑکے کی مخصوص مسکراہٹ کے ساتھ اس کی معلومات میں اضافہ کیا۔

اوہ اچھا! یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ دراصل میں شہر سے باہر گیا ہوا تھا تو مجھے پتا ”
نہیں چلا۔ ”اس نے بھی جوابی مسکراہٹ کے ساتھ وضاحت دی۔

جی! آپ کی وائف سے بھی ملاقات ہوئی تھی۔“
visit for more novels:
www.urdu-novel-bank.com

ایک دو بار گھر پر بھی گیا تھا شاید آپ اُس وقت نہیں تھے اس لیے انہوں نے مجھے
”گیٹ سے ہی واپس بھیج دیا۔

کون..... زارا سے؟“ زبیر نے تفتیشی انداز میں پوچھا۔

جی ان سے ہی۔ آپ اتنے سوئیٹ ہیں جبکہ آپ کی وائف بالکل جگھڑالو قسم کی ”
ہیں۔“

زبیر کی تعریف کرتے ہوئے اس نے زارا کے ساتھ اپنی لڑائی کو یاد کرتے ہوئے کہا تو
زبیر کے چہرے پر ناگواری در آئی۔ اس نے ضروری کام کا بتا کے وہاں سے نکل جانا
چاہا۔

ایکسیوز می مسٹر زبیر! میں نے دیکھا آپ کی کار بند پڑ گئی ہے۔ میں بھی باہر ہی جا
”رہا تھا تو سوچا کیوں نہ آپ کو لفٹ دے دوں۔“

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

اس لڑکے کی آفر کو وہ قبول نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن اس دن نا چاہتے ہوئے بھی اس
کے اصرار کرنے پر اسے اس کی مدد لینا پڑی تھی۔

ٹی وی پر چلتی بریکنگ نیوز کی تیز آواز اسے حال میں کھینچ لائی تھی۔

وہ تب سے یہی سوچ رہا تھا کہ زارا نے یہ بات اس سے کیوں چھپائی تھی۔

پھر یکدم اس کا دل ہر چیز سے اچاٹ ہو گیا۔ وہ ٹی وی بند کر کے صوفے سے اٹھا اور کچن میں کام کرتی زارا پر نظر ڈال کر بنا کچھ بتائے گھر سے نکل گیا۔

زارا نے اون سے کیک نکال کے اسے ڈیکوریٹ کیا اور باقی لوازمات تیار کر کے جب وہ لاؤنج میں آئی تو وہ وہاں سے غائب دیکھا۔

دن سے شام اور شام سے رات ہو گئی تھی لیکن زبیر کا کوئی آتا پتا نہیں تھا۔

آج وہ خاص اس کے لیے تیار ہوئی تھی۔ وہ پہلے ہی خوبصورت تھی ہلکے پھلکے میک اپ کے بعد وہ اور حسین لگ رہی تھی۔

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

اس کے انتظار میں وہ لاؤنج کے چکر کاٹتی رست وایچ پر بار بار نگاہ ڈال رہی تھی۔ ٹھیک آٹھ بجتے ہی دروازے پر بیل ہوئی تو اس نے بنا پوچھے ہی دروازہ کھول دیا۔ اسے لگا تھا کہ زبیر ہوگا۔

”ہائے مس زارا! کیسی ہیں؟“

سامنے زبیر کے بجائے ہمیشہ کو دیکھ کے اس نے دروازہ بند کر دیا جو اسے دیکھتے شیطانی مسکراہٹ کے ساتھ اس سے گویا ہوا تھا۔

”مس زارا دروازہ کھولیں۔ میں زبیر کو سالگرہ وش کرنے آیا ہوں۔“

ہمشید نے ہاتھ میں پکڑے باکس کو دیکھتے بند دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے اندر موجود زارا سے کہا۔

جب بار بار کہنے پر بھی دروازہ نہیں کھولا گیا تو وہ وہاں سے چلا گیا۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

کچھ دیر بعد زبیر گھر میں داخل ہوا۔

اچانک دروازہ کھولنے کی آواز سے زارا ڈر گئی تھی لیکن سامنے زبیر کو دیکھ کر اس نے پرسکون سانس لیا۔ پر اس کے لڑکھڑاتے قدم دیکھ کے وہ افسردہ ہو گئی۔

وہ آج پھر نشے کی حالت میں گھر آیا تھا۔

زبیر کو نشے کی بُری لت تھی جسے وہ کبھی نہیں چھوڑ سکتا تھا۔

”! وہیں رُک جاؤ تم! ایک قدم بھی آگے مت بڑھانا۔ سمجھی ”

”زبیر.....آپ اس طرح کیوں کہہ رہے ہیں؟“

اس نے اس کی آنکھوں میں خون اترتا دیکھ کے پوچھا۔ حالانکہ وہ جانتی تھی کوئی بات تو ضرور ہے جس کی وجہ سے وہ پھر سے اس حالت میں گھر لوٹا تھا۔

”وہ جمشید یہاں کیا کر رہا تھا بولو!، ہے کوئی جواب تمہارے پاس؟“

پہلے ہی وہ کچھ دونوں سے اس لڑکے سے ہوئی ملاقات اور اس کی باتیں سوچ کر اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا رہا تھا اور ابھی آتے وقت جمشید کو گھر کے باہر دیکھ کر وہ بھڑک گیا۔

”.....ز.....زبیر.....و.....وہ یہاں آیا تھا! لیکن“

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

وہ مسمنائی۔

لیکن کیا؟ ہاں.... اُس دن تو بڑی قسمیں کھا رہی تھی کہ تم بے قصور ہو تو پھر آج

”وہ یہاں کیا کر رہا تھا؟“

اس نے حقارت سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

نن نہیں! آپ غلط سمجھ رہے ہیں زبیر ”! وہ نفی میں گردن ہلاتے ہوئے ”
اس کے قریب چلی آئی۔

”اوہ! تو تم اُس آدمی کے لیے تیار بیٹھی تھی۔“

زبیر نے اس کے سراپے پر ایک نظر ڈالتے ہوئے استرائیہ انداز میں ہنستے ہوئے کہا اور پھر ہنستا ہی چلا گیا۔ اس کی ہنسی پورے لاونج میں گونج رہی تھی۔

زارا نے خود پر نظر ڈالتے ہوئے اس کے الفاظ پر غور کیا تو اسے اپنا آپ زمین میں ڈھستا ہوا محسوس ہوا۔ اسے زبیر کی سوچ سے گھن آنے لگی۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ زبیر اتنا گر سکتا ہے۔

یہ کیا بول رہے ہیں آپ زبیر، مم۔۔۔ یہ سب میں نے آپ کے لیے کیا۔ ”اس وقت اسے اپنی آواز کسی کھائی سے آتی محسوس ہوئی۔“

وہ اس کا شوہر ہو کر اس پر اتنا گھٹیا الزام لگا رہا تھا۔ اس نے دکھ اور غصے کے ملے جلے کیفیت میں گھرے اس کی طرف دیکھا۔

، اب تو تم یہی کہو گی۔ تمہاری چوری جو پکڑی گئی ہے۔ بہت اچھا بہانا بنایا تم نے ”
”میرے لیے.....ہنسہ -

اس نے حقارت آمیز لہجے میں طنز کیا۔

!ناجانے کتنوں سے ملتی رہی ہو، دھوکے باز لڑکی ”

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

” دفع ہو جاؤ میری نظروں کے سامنے سے۔

اس نے آگے بڑھ کے اسے بازوؤں سے پکڑ کے گھسیٹتے ہوئے دروازہ کھول کر باہر کر دیا اور دروازہ بند کر کے بڑبڑانے کے انداز میں اسے بُرا بھلا کہتا صوفے پر گر سا گیا۔

زبیر.....پلیز دروازہ کھولیں!، میری بات سنیں! میں کہاں جاؤں گی اس وقت۔ ”

”!! مجھ پر رحم کھائیں زبیر....زبیر

وہ دروازہ پیٹتی رہی، روتی رہی۔ اس کی منتیں کرتی رہی لیکن اس بے حس انسان نے اُس کی ایک نہ سنی اور نہ ہی دروازہ کھولنے پر آمادہ ہوا۔ اندر بیٹھا شخص واقعی پتھر تھا۔

وہ اُس کا مجازی خدا تھا لیکن شاید وہ خود کو خدا سمجھ بیٹھا تھا۔ درحقیقت وہ تو انسان کہلانے کے لائق ہی نہیں تھا۔ رات کے اس وقت کون کسی کو یوں بے گھر کرتا ہے؟ وہ اس کی عزت تھی، اُس کے لیے اپنا آپ مار ڈالا تھا اور بدلے میں چاہتی ہی کیا تھی۔ اُس کا ساتھ، اس کے دل میں اپنے لیے تھوڑی سی جگہ اور محبت۔

سارے جہانوں کا مالک اپنے بندوں کو موقع پر موقع دیتا ہے، گناہگار سے گناہگار بندوں کے لیے بھی اپنا در بند نہیں کرتا۔ بس ایک بار رجوع کرنے کی دیری ہوتی ہے اور وہ آگے بڑھ کر اسے تھام لیتا ہے۔ اس کے در پر اتنی رعایت ہے تو پھر یہ ادنیٰ سا انسان کس بنا پر اسے ناکردہ غلطی کی سزا دے رہا تھا۔

کیا اس کا خلوص بے معنی تھا یا اس کی قسمت میں عمر بھر صبر کرنا لکھا تھا۔ اس کے خلوص پر شک کیا گیا تھا اور اس پر گھٹیا الزام لگانے والا اور کوئی نہیں اس کا مجازی خدا تھا لیکن وہ خود کو خدا تصور کر بیٹھا تھا تبھی خود کو سارے اختیار کا مالک سمجھ رہا تھا۔

، زبیر احمد! تم میرے خدا نہیں ہو "

تم انسان ہو اور نچلے درجے کے انسان ہی رہو گے جس کی اس دنیا میں کوئی جگہ نہیں دیکھ لینا ایک دن تم اپنے کیے پر بہت پچھتاؤں گے لیکن تب تک بہت دیر ہو چکی ہوگی تمہارا یہ ظلم تمہیں کبھی چین سے جینے نہیں دے گا

visit for more novels:
www.urdu-novelbank.com

میں تمہیں بد دعا نہیں دے رہی لیکن میرا رب تمہارے کیے کی سزا ضرور دے گا۔

وہ روتے روتے خاموش ہو گئی تھی۔ سوچوں کے گرداب میں پھنسی زارا کسی احساس کے ساتھ اپنے آنسو صاف کرتی وہاں سے اٹھ گئی۔ اب آگے کا سفر اُسے اکیلے ہی طے کرنا تھا۔

کہاں جانا ہے، کس کے پاس رہنا ہے وہ نہیں جانتی تھی لیکن اس تذلیل کے بعد وہ اس شخص کے ساتھ ہرگز نہیں رہ سکتی تھی۔ جس نے بنا سوچے سمجھے اس کی ذات پر نہ صرف کیچڑ اچھالا تھا بلکہ اسے آدھی رات کو بے آسرا کر کے چھوڑ دیا تھا۔ وہ اس کے شکی مزاج کو فراموش کر کے اتنے عرصے اس کے ظلم و ستم کو سہہ رہی تھی لیکن زبیر کو نہ بدلنا تھا سو وہ نہ بدلا۔ اس کے ساتھ گزارے دن و رات کسی فلم کی طرح اس کی آنکھوں کے سامنے تھے، وہ بوجھل قدموں سے چلتی بہت آگے نکل آئی تھی۔ مسلسل رونے کے باعث اس کا حلق خشک ہو گیا تھا اور آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں البتہ آنسو تھم گئے تھے مگر چہرے پر اب بھی اس کے نقش باقی تھے۔

وہ ماؤف دماغ کے ساتھ چلتی سڑک عبور کرنے کے لیے آگے بڑھی تھی کہ اچانک سے ایک گاڑی اس کے عین قریب آ کے رُک گئی۔ غالباً گاڑی کے مالک کی مہربانی تھی جس نے وقت پر بیک لگا کر اسے حادثے سے بچا لیا تھا۔

ہیڈ لائٹ کی روشنی سے اس کی آنکھیں چندھیا سی گئیں اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔

”نظر نہیں آتا ہے کیا؟ خود کشتی کرنے کے لیے میری گاڑی ملی تھی۔“

اس سے پہلے وہ کچھ سمجھ پاتی گاڑی کا مالک بڑ بڑاتے ہوئے کار کا فرنٹ سیٹ کھول کے باہر نکلا اور اس پر نظر پڑتے ہی وہ لمحے بھر کو خاموش ہو گیا۔ اسے پہچاننے میں چند سیکنڈ ہی لگے تھے۔

”آپ.....آپ یہاں کیا کر رہی ہیں؟ مس زارا“

لیکن اُس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ گم صم سے کھڑی رہی جیسے کچھ سنا ہی نہ ہو۔

ایکسیوز می... زارا۔ آپ اتنی رات گئے اس طرح سُننان سڑک پر اکیلی کیا کر رہی ہیں؟

اس کی خاموشی کا نوٹس لیتے اس نے دوبارہ پوچھا۔

اگر وہ اُس سے کبھی ملا نہیں ہوتا تو ضرور اسے پاگل سمجھتا لیکن وہ اس لڑکی سے واقف تھا۔ وہ یوں چُپ چاپ نہیں رہتی تھی۔ اگر اسے معلوم ہوتا کہ اس نے چپ چاپ کتنی تکالیف سہی ہیں تو وہ اس وقت ایسے اندازے سے پرہیز کرتا۔

وہ ہوا میں ہاتھ بلند کر کے آواز لگانے لگا جب اس نے پلٹنے یا رکنے کی کوشش نہیں کی تو وہ دوڑتا ہوا اس کے پیچھے چلا آیا۔

”آپ کہاں جا رہی ہیں؟ چلیں میں آپ کو گھر چھوڑ دیتا ہوں۔“

اس کے قریب آتے ہی اس نے آفر کی۔

”گھر؟“ سپاٹ سے انداز میں اس نے گھر پر زور دیا۔

جی.....آپ کے گھر!آپ کے شوہر آپ کا انتظار کر رہے ہوں گے۔ کچھ دن پہلے ”
میری اُن سے ملاقات ہوئی تھی ان کی کار خراب تھی تو میں نے ہی انہیں آفس ڈراپ
”کیا تھا۔

وہ اسے زبیر اور اپنی ملاقات کے متعلق بنا رہا تھا۔

”نہیں مجھے کہیں نہیں جانا۔ ہٹیں یہاں سے اور دوبارہ مجھے روکنے کی کوشش مت
”کیجیے گا۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

اس کی گھٹی گھٹی آواز سنائی تھی۔

زبیر کا ذکر سنتے ہی اس کا دم گھٹنے لگا تھا۔ اس نے آنسوؤں کو حلق کے نیچے اتارتے
ضبط کے ساتھ تلخی سے کہا اور سامنے سے گزرتے ہوئے آگے بڑھ گئی۔

عجیب لڑکی ہے ایک تو میں نے اسے بچایا بھائے شکریہ ادا کرنے کے مجھے ہی سنا
”گئی۔ خیر! کہیں بھی جائے میری بلا سے۔ کونسا یہ میری ذمہ داری ہے۔

وہ کندھے اُچکاتے ہوئے واپس آ کے کار میں بیٹھ گیا۔

کچھ دیر مر میں اسے جاتا دیکھنے کے بعد اس نے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

زارا ابھی چند قدم آگے آئی تھی کہ دو چار لڑکے نے اسے دیکھتے ہی قطار میں کھڑے ہو گئے۔

”کہاں جا رہی ہیں میڈم! کہیں تو ہم چھوڑ دیں۔“

ان کے بلند و بانگ فمتے سن کر اس کے چلتے قدم رُک گئے۔ اپنی گھبراہٹ پر قابو پاتے

انہیں نظر انداز کرتی وہ آگے بڑھی ہی تھی کہ اسے اپنے پیچھے ان کے قدموں کی چاپ

سنائی دی۔ اچانک اس افتاد پر وہ وہاں سے بھاگ جانے کے ارادے سے پلٹی تو وہ کار

اسی جگہ کھڑی دیکھ کر اس کو کچھ حوصلہ ملا۔ شاید وہ اسے تنہا چھوڑ کے جانے پر آمادہ

نہیں تھا یا کسی وجہ سے اب تک اُسی جگہ پر موجود تھا اسے خود کو ان لڑکوں سے بچانے

”! در.....دروازه کھولو پلینز

اُس نے فوراً ہاتھ بڑھا کے دروازہ کھولا۔ زارا ایک لمحے کی دیری کیے بغیر اندر بیٹھ گئی اس نے کار سے اتر کر ایک جھٹکے سے دروازہ بند کیا اور پھر واپس اپنی سیٹ سنبھالتے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔ اسے دیکھ کر وہ لڑکے جیسے آئے تھے ویسے ہی اٹے پاؤں واپس چلے گئے تھے۔

Visit For More Novels : www.urdu-novelbank.com Page 163
E-mail pdfnovelbank@gmail.com WhatsApp [03061756508](https://wa.me/03061756508)

زارا کے کار میں بیٹھے ہی وہ زن سے کار کی اسپیڈ بڑھا چکا تھا اور اب اُس جگہ سے بہت دور نکل آئے تھے۔

اس نے پر سکون انداز میں ڈائیو کرتے زارا کو مخاطب کیا۔

مجھے نہیں لگا تھا آئندہ کبھی آپ سے ملاقات ہو پائے گی لیکن قسمت میں ہمارا ملنا ”
لکھا تھا۔

”آپ اپنے گھر نہیں جا رہی تو پھر آپ نے کہاں جانا ہے؟“

گم صم بیٹھی زارا سے اس نے پوچھا پر کوئی جواب نہیں ملا تو اس نے پیچھے مڑ کر اسے ایک مرتبہ پھر مخاطب کیا پتا نہیں وہ اُسے سن بھی رہی تھی یا نہیں۔ اس کے پکارنے پر وہ ہڑبڑا کر اسے دیکھنے لگی۔

”آپ ٹھیک ہیں؟“

جی ”! وہ مختصرًا بولی۔“

”! تو بتائیں میں نے ابھی کیا پوچھا تھا“

”کک..... کیا؟ کیا پوچھ رہے تھے آپ؟“

اس کی مدھم اور کھوئی کھوئی سی آواز گاڑی میں سنائی دی۔

آپ کو کہاں جانا ہے؟ ”اس بار وہ حیران ہوا تھا“

visit for more novels:

”کہیں بھی!، بس میں یہاں سے دور چلی جانا چاہتی ہوں۔“

اُس کے لہجے میں کچھ ایسا تھا کہ جس نے اسے مزید کچھ پوچھنے سے روک دیا تھا اور ایسا

دوسری مرتبہ ہوا تھا پہلی بار جب وہ اس سے آخری بار ملا تھا تب اور ابھی اس کار میں۔

جواب ملتے ہی اس نے کار کی اسپید بڑھالی اس کے بعد کار میں مکمل خاموشی تھی۔

وہ اس جگہ سے کافی دور آچکے تھے راستے میں وہ کئی بار گاڑی روک کر رات کے وقت کھلی دکانوں سے کھانے پینے کی چیزیں خریدتا اور اسے بھی پیش کرتا لیکن وہ ہر بار یہ کہہ کر انکار کر دیتی کہ اسے بھوک نہیں ہے اور وہ کندھے اچکاتے اس سے بھرپور انصاف کرتا اگر وہ اکیلا ہوتا تو کسی جگہ پر گاڑی روک کر کچھ دیر آرام کر لیتا پر اس کی موجودگی میں وہ جلد از جلد کراچی پہنچنا چاہتا تھا۔

”کراچی میں آپ کا کوئی ہے، میرا مطلب کوئی رشتے دار، بہن، بھائی؟“

ایک طویل خاموشی کے بعد اس نے اُسے مخاطب کیا تھا۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

”دیکھیں بُرا مت مانے گا، میں یہ صرف اس لیے پوچھ رہا ہوں کیوں کہ مجھے پتہ ہونا“ چاہیے کہ آخر وہاں پہنچ کر آپ کو کہاں چھوڑنا ہے۔

اس کا سپاٹ اور الجھا ہوا چہرہ دیکھ کے وہ وضاحت دینے لگا۔

”آپ مجھے وہاں کسی ہوٹل میں چھوڑ دیجیے گا“

اس نے کچھ دیر سوچتے ہوئے ایک جملے میں بات ختم کر دی تھی۔ وہ جاننا چاہتا تھا کہ آخر ایسی کیا بات ہے جس کی وجہ سے وہ رات گئے اس طرح اکیلی گھر سے باہر تھی لیکن اس وقت اُس سے پوچھنا مناسب نہیں تھا۔ کار میں ایک بار پھر سے گہری خاموشی چھا گئی تھی۔

وہ طویل سفر کے دوران گانے سننے کا عادی تھا پر صرف اس وجہ سے سوانڈ پلئیر آن کرنے سے گریز کر رہا تھا کہ کہیں وہ اس کا غلط مطلب نہ نکال لے۔ وہ میوزک آن کرنے سے پہلے اس سے اجازت لینے کے لیے پیچھے موڑا تو زارا کار کے دروازے سے لگی سو رہی تھی۔

visit for more novels:
www.urdu-novelbank.com

اگر وہ ایک سو بیس یا ایک سو بارہ کلو میٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے بھی گاڑی چلاتا تب بھی اُسے لاہور سے کراچی پہنچنے میں گیارہ سے بارہ گھنٹے لگ جاتے اور خاموشی سے ڈرائیو کرتے آنکھ لگنے کی صورت میں اس کی کار کا ایکسیڈنٹ ہو سکتا تھا۔

اس لیے وہ وقفے وقفے سے راستے میں موجود کیفے یا ڈھالے سے کافی یا چائے پی رہا تھا لیکن کچھ آگے نکل آنے کے بعد اس سنسان علاقے میں سفر کرتے ہوئے اسے کوئی ہوٹل یا دکان نظر نہیں آ رہی تھی۔ رات کے اس وقت یہاں کے مکین ہوش و خروش سے بیگانے نیند کے مزے لے رہے تھے۔ اس لیے میوزک کے ذریعے وہ خود کو جگائے رکھنا چاہتا تھا لیکن اس کی نیند ڈسٹرب نہ ہو جائے اس لیے وہ خاموشی سے ڈرائیو کرتے اس کے جاگنے کا انتظار کر رہا تھا۔

وہ لوگ رات کے دس بجے نکلے تھے اور اب رات کے دو بج رہے تھے یعنی اب بھی چھ سے سات گھنٹے کا سفر طے کرنا رہتا تھا۔

اس کی بد قسمتی تھی کہ کچھ آگے جاتے ہی ایک سنسان سڑک پر گاڑی ایک جھٹکے کے بند پڑ گئی۔

جھٹکا لگنے سے زارا کی آنکھ کھل گئی اور وہ اسے کار کی مدھم روشنی میں اپنا سر ہاتھوں میں دیے بیٹھا نظر آیا۔

”کیا ہوا، آپ نے گاڑی کیوں روک دی؟“ اس سے پوچھا۔

”کار از اوٹ آف فیول“ اس نے غصے سے اسڈیئرنگ پر ہاتھ مارتے ہوئے بتایا۔

”آپ پریشان نہ ہوں، میں دیکھتا ہوں۔“ اس کے چہرے پر پریشانی نوٹ کرتے اس نے کہا اور اپنا موبائل لیے کار سے نیچے اترتے ہی ٹارچ آن کر کے پیچھے دُگی کی جانب بڑھ گیا۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

وہ خاموشی سے بیٹھی محتیاظ انداز میں ساری کاروائی دیکھتی خود کو آنکھ لگ جانے پر ڈپٹ رہی تھی۔ وہ ایک انجان شخص پر بھروسہ کرنے کی غلطی نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے اس کی مدد بھی مجبوری میں لی تھی اور اب اسے ہوشیار رہنا تھا۔ اچانک اسے جمشید والا واقعہ یاد آیا تو اس کے رگوں میں ایک سرسراہٹ دوڑ گئی۔

وہ کب واپس آ کے سیٹ پر بیٹھا اور کب کار اسٹارٹ ہوئی اسے کچھ پتا نہیں چلا۔

شکر ہے آپ اٹھ گئیں۔ "اسے گم صم دیکھ کر اس نے اُسے مخاطب کیا۔"

اس کے اُٹھنے سے ایک فائدہ ہوا تھا کہ وہ اب میوزک سُن سکتا تھا تاکہ اپنی نیند پر قابو پا سکے۔

وہ دونوں تقریباً صبح ساڑھے نو بجے کے قریب کراچی کے احاطے میں داخل ہوئے تھے۔

چھر مسلسل ایک سے ڈیڑھ گھنٹے کی ڈرائیونگ کے بعد ایک خوبصورت سے گھر کے باہر کار

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

رک گئی تھی۔

آپ نیچے اتر جائیں ”! اس نے پیچھے بیٹھی زارا کو مخاطب کیا تو خاموشی سے نیچے اتر گئی۔

”! اس کے اترتے ہی وہ کار پورچ میں کھڑی کر کے اس کی طرف آیا تھا۔“ چلیں

وہ پریشانی اور غصے کی ملے جلے تاثرات لیے بلند آواز میں اس سے بولی تھی۔

visit for more novels:

”نہیں....مجھے اندر نہیں جانا۔“

اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”تو آپ کیا چاہتی ہیں کہ میں آپ کو ابھی کسی ہوٹل میں چھوڑ آؤں۔ یہ جانتے ہوئے“
کہ آپ کے پاس اس وقت ٹیکسی کا کرایہ تک نہیں۔ ہوٹل والے فری میں تو آپ کو روم
”دینے سے رہیں۔“

وہ نا چاہ کر بھی تلخ ہوا تھا ساری رات جاگنے اور ڈرائیونگ کی تھکاوٹ کی وجہ سے اس کا
سر میں درد سے پھٹ رہا تھا اور وہ اس وقت دھوپ میں کھڑی اس سے بحث کر رہی
تھی۔ اس کی وضاحت کے بعد بھی وہ ٹس سے مس نہ ہوئی تھی اس کا دل کیا وہ اپنا
سر پیٹ لے۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

”ٹھیک ہے۔ آپ کو اندر نہیں آنا تو مت آئیں۔ آپ کی مرضی ہے وہ رہا دروازہ آپ
”جہاں چاہیں جا سکتی ہیں۔“

انگلی کے اشارے سے وہ دروازے کی سمت اشارہ کرتے ہوئے بولا اور آگے بڑھ گیا۔

”اور یاد رہے ایک انجان شہر میں اس وقت اس حالت میں کہیں بھی جانا خطرے سے خالی نہیں۔ اگر تم میں ذرا بھی عقل ہو تو اس بات کو سمجھ جاؤ گی۔“

وہ اس پر ایک چھبھتی ہوئی نگاہ ڈالنے کے بعد آگے بڑھ کر سامنے کھڑے ایک بزرگ سے ہاتھ ملا رہا تھا جو کب سے گیٹ پر کھڑے اس کے منتظر تھے۔ شاید وہ گھر کے ملازم تھے اور ان کی آمد سے باخبر تھے۔

زارا نے اپنے سر آپے پر نظر ڈالی اور لب بھینچے ان دونوں کو آگے جاتا دیکھتی رہی۔ وہ ٹھیک تو کہہ رہا تھا وہ جس حالت میں گھر سے نکالی گئی تھی اس کے پاس زہر کھانے تک کے پیسے نہیں تھے۔ اگر وہ کسی ہوٹل میں ٹھہرتی تب بھی اسے رقم چاہیے تھیں جو اس وقت اس کے پاس نہیں تھیں۔

”پتا نہیں زندگی مجھ سے اور کیا چاہتی ہے۔ جو بھی ہو میں اس شخص کے بھروسے“

”یہاں نہیں رہ سکتی مجھے جلد از جلد یہاں سے نکالنا پڑے گا۔“

اس نے دل میں سوچا اور شکستہ قدموں سے چلتی اس کے پیچھے چلی آئی۔

پورے گارڈن میں مختلف اقسام کے پھولوں سے بھرا پڑا تھا، ہر طرف سبزہ ہی سبزہ جسے دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

ابراہیم خان اس گھر کے مالی تھے ملک صاحب کے یو ایس جانے کے بعد وہ اور ان کی بہن فمیدہ اس گھر کی دیکھ بھال کرتے تھے۔

وہ دونوں ایک دوسرے سے بات کرتے ہوئے چلتے ہوئے اب دروازہ پار کر چکے تھے۔

”فہمیدہ آنٹی کہاں ہیں؟“ اس نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے پوچھا۔

اندر ہی ہے آپ کا کمرہ ٹھیک کر رہی تھی، آئیں نا!۔ ”ابراہیم نے بتایا۔“

” چھوٹے بابا! یہ کون ہے؟ “

ابراہیم چاچا نے پیچھے مڑ کر انگلی کے اشارہ کرتے پوچھا تو وہ رک گیا۔ پیچھے مڑتے ہی ایک بار پھر سے اس کے لبوں پر مسکراہٹ رہینگ گئی۔ وہ تو سوچ رہا تھا کہ زارا وہاں سے چلی گئی ہے لیکن وہ یہیں تھی۔

یہ زارا ہیں۔ ہماری مہمان کچھ دن یہیں ہمارے ساتھ رہیں گی آپ فہمیدہ آنٹی ”
”کو کہہ کر ان کا کمرہ تیار کروا دیں۔

زارا کی نظر جب ان دونوں پر پڑی تو وہ ان کی طرف چلی آئی۔ یہ شہر انجان نہیں تھا لیکن اسے انجان لوگوں کے درمیان ہر منظر اجنبی لگ رہا تھا وہ انہیں سلام کا جواب دینے کے بعد وہیں کھڑی اپنے ہاتھوں کی انگلیاں چٹکانے لگی۔

چلیں ”! زیان کے مخاطب کرتے ہی وہ ان دونوں کے پیچھے چلنے لگے۔ تینوں اس وقت لاؤنج میں چلے آئے تھے۔

اس کا گھر جتنا باہر سے خوبصورت تھا اندر سے اتنا ہی شاندار اور آرائش کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ تمام چیزیں نفاست اور سلیقے سے رکھی تھیں۔ دیواروں پر آویزاں بیش قیمتیں پینٹنگز پر اس کی نظریں ٹھہر گئیں۔ اس نے دل میں ذوق کو سراہا۔

ایسا لگتا تھا حال ہی میں اس گھر کی تعمیر ہوئی تھی۔

مس زارا "اے گم صم دیکھ کے زیان نے اُسے پکارا تو اس کی محویت ٹوٹ گئی اور وہ " شرمندہ نظر آنے لگی۔

گھر کے ملازم میری فیملی جیسے ہیں میں نے انھیں آپ کو اپنا مہمان کہہ کر متعارف کروایا ہے۔

آپ جب تک یہاں ہیں میری مہمان ہیں اور جتنے دن چاہیں یہاں رہ سکتی ہیں اور اگر یہاں رہنے میں کوئی پریشانی ہے تو آپ مجھے اپنے کسی رشتے دار کا پتا بتادیں میں آپ کو

وہاں چھوڑ آؤں گا لیکن ابھی مجھے بہت نیند آرہی ہے یقیناً آپ بھی تھک گئی ہوں گی تو آرام کر لیں۔

”فہمیدہ آنٹی! آپ انھیں کمرہ دکھا دیں۔“ اس نے لاؤنج میں داخل ہوتی فہمیدہ خاتون کو دیکھتے ہی مخاطب کیا۔

”سنیں کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو بلا جھجک بتا دیجیے گا۔“ وہ اپنے کمرے میں چلا گیا تھا اور

فہمیدہ خاتون اسے کمرے میں چھوڑنے کے بعد وہاں سے چلی گئی تھیں اور کچھ دیر بعد وہ اس کے لیے جوس دے گئی تھیں۔

کمرہ بہت زیادہ بڑا نہیں تھا لیکن اس کے وسط میں درمیانہ سائز کا خوبصورت سا بیڈ تھا، کمرے میں لائٹ رنگ کے پردے لگے تھے اور ایک اسٹڈی ٹیبل جس پر چند کتابیں سلیقے سے رکھی تھیں۔

وہ اب بھی رات والے ڈریس میں تھی دوپٹے کو سر پر ٹھیک سے لپیٹ رکھا تھا۔ اس وقت اس کے پاس پہننے کے لیے اور کوئی کپڑا نہیں تھا اور نہ ہی وہ اپنے ساتھ کوئی بھی سامان لے کر نہیں آئی تھی۔ اُسے موقع ہی کہاں ملا تھا کہ وہ اپنے ساتھ کچھ لے آتی بلکہ اُسے رات میں بے یار و مددگار گھر سے نکال دیا گیا تھا۔

کچھ دیر یونہی بیٹھے رہنے کے بعد وہ اٹھی اور کمرے کے ساتھ بنے واش روم میں گھس گئی۔ اس نے ہاتھ منہ دھویا اور دوپٹے کو دوبارہ سے اپنے گرد لپیٹا اور باہر آگئی۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

★★★★★

جب زبیر کی آنکھ کھلی تو اس کا سر درد سے پھٹ رہا تھا۔ کل رات حد سے زیادہ نشہ کرنے کے باعث وہ دوپہر تک سوتا رہا۔ اس کی آنکھ کھلی تو وہ زارا کو آواز لگانے لگا۔ وہ یہ بھول گیا تھا کہ کل رات اس نے کس طرح اسے دھکا دے کر گھر سے باہر نکال دیا تھا صرف یہی نہیں اس پر گھٹیا الزام بھی لگایا تھا اور اس کے چلانے اور رونے کے باوجود بھی اس نے دروازہ نہیں کھولا تھا۔

کیک اپنی ناقدری پر بین کر رہا تھا جو کل زارا نے اس کے لیے بنایا تھا۔ اس نے بھاری ہوتے سر کے ساتھ اسے پورے گھر میں ڈھونڈا جب وہ اسے کہیں نظر نہیں آئی تو اسی حالت میں وہ کار لے کر باہر نکل گیا۔ اُجڑے بال ، ادھ فولڈ آستین اور جوتوں سے بے نیاز وہاں کی سڑکوں پر کئی گھنٹے تک گاڑی دوڑانے کے بعد بھی اُسے مایوسی ملی تھی۔

وہ تھک ہار کر مایوس سا جب گھر لوٹا تو وہ کہیں سے بھی کل رات والا زبیر نہیں لگ رہا تھا۔

بار بار اس کے ذہن میں ایک ہی خیال آ رہا تھا

کہ کیا وہ اسے چھوڑ کر چلی گئی تھی۔ ہر بار وہ اپنی سوچ کی نفی کر دیتا پر سچ تو یہی تھا وہ جا چکی تھی اور وہ اسی کے لائق تھا۔

”تم مجھے چھوڑ کر نہیں جاسکتی“

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

!نہیں جاسکتی تم مجھے چھوڑ کر

..... سنا تم نے

”میں تمہیں ڈھونڈ نکالوں گا۔“

پورا دن خوار ہونے کے بعد وہ اپنے بالوں کو مٹھی میں لیے دیوانہ وار چیخ رہا تھا۔

عائشہ اپنے کمرے میں ٹہلتے ہوئے کسی سے فون پر بات کر رہی تھی۔ کال کٹتے ہی موبائل کو بیڈ پر اچھال کے کمرے سے نکلی اور سیدھا لاؤنج میں چلی آئی جہاں ندا خاتون بیٹھی چائے کی چسکیاں لے رہی تھیں۔

”مما مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے۔“ وہ صوفے پر پڑا کیشن اٹھا کر اسے گود میں رکھتے ہوئے بنا کسی تہید کے بولی تو ندا خاتون نے ایک گھونٹ بھرنے کے چائے کا کپ میز پر رکھ دیا۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

ہاں بولو ”اوہ اس کی طرف متوجہ ہو گئی تھیں۔“

”میں کسی کو پسند کرتی ہوں ماما اور ہم دونوں شادی کرنا چاہتے ہیں۔ وہ کچھ دن میں ”اپنی ممی پاپا کو ہمارے گھر رشتے کے لیے بھیج رہا ہے۔“

”مما! آپ میرے ساتھ ایسے نہیں کر سکتیں۔“

عائشہ ہار ماننے والوں میں سے نہیں تھی۔

”میں کسی بھی ایرے غیرے سے تمہاری شادی ہرگز نہیں کروں گی عائشہ! یہ بات
”کان کھول کر سن لو تم! اور بہتر ہوگا یہ خیال اپنے دل سے نکال دو تو اچھا ہے۔“

انہوں تنبیہ انداز میں کہتے ہوئے چائے کا کپ اٹھایا جواب ٹھنڈی ہوگئی تھی اور وہاں
سے اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ عائشہ انہیں پیچھے سے آواز دیتی رہی لیکن انہوں نے
مڑ کے بھی نہیں دیکھا۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

اُس رات جب ندا خاتون نعیم صاحب کو عائشہ کی پسندیدگی کے متعلق آگاہ کیا تو انہوں
نے یہی کہا کہ انہیں کوئی مسئلہ نہیں ہے اگر وہ لڑکا واقعی اچھا ہوا تو وہ اس رشتے کے
بارے میں سوچیں گے۔ ندا خاتون ہر چیز میں اپنی من مانی کرنے کی عادی تھی لیکن
بچوں کے معاملے میں نعیم صاحب کی مرضی بھی اہمیت کی حامل تھی۔ نعیم صاحب کا

عائشہ کی طرف جھکاؤ دیکھ کر انھیں اپنا سالوں سے دیکھا خواب بکھر جانے کا اندیشہ ہوا۔
اس پریشانی میں انھوں نے ساری رات کروٹیں بدلتے گزار دی۔

★★★★★

رات میں اس کی کئی بار آنکھ کھلی تھی۔ نئے جگہ پر وہ ٹھیک سے سو نہیں پائی تھی۔

بھوک کے باعث اس کے پیٹ میں چوہے کود رہے تھے مگر وہ خود میں اتنا ہمت
نہیں کر پائی تھی کہ جا کے اس گھر کے مقیم سے کھانے کے لیے کچھ مانگ سکے۔

www.urdu-novel-bank.com

فجر کی نماز پڑھنے کے بعد وہ بیٹھی سوچتی رہی کہ آگے کیا کرنا ہے، کہاں جانا ہے۔ زیر
کے اس رویے کے بعد وہ کبھی واپس جانے کو تیار نہیں تھی بلکہ یہی رہ کر اپنی بڑی
پھوپھی کا پتا کروانا چاہتی تھی لیکن اس کے پاس نہ تو ان کا فون نمبر تھا اور نہ ہی کوئی

ایڈریس اور نشانی۔ اس نے انھیں بچپن میں دیکھا تھا اور اب تو ان کے نقوش گڈ مڈ ہو چکے تھے۔

جب فہمیدہ خاتون اسے ناشتے کے لیے بلانے آئیں تو اس نے اپنا من بنا لیا تھا کہ جب تک اسے کوئی دوسرا ٹھکانہ نہیں مل جاتا وہ یہیں رہے گی۔

وہ فمیدہ خاتون کے ساتھ ڈائنگ ٹیبل پر پہنچی تو وہ وہاں بیٹھا بڑے انہماک سے اپنی پلیٹ پر جھکا آملیٹ کی ٹکڑے کاٹ کاٹ کر منہ میں رکھ رہا تھا۔ جیسے ہی اس کی اس پر نظر پڑی اس نے مسکرا کر سر کو جنبش دے کر سلام کیا اور بیٹھنے کا اشارہ کر کے گلاس

visit for more novels:
www.urdu-novel-bank.com

میں جوس انڈیلنے لگا۔

فہمیدہ آنٹی زارا کے لیے جوس لے آئیں۔ ”اس نے سامنے کھڑی فہمیدہ خاتون کو“

مخاطب کیا۔

وہ خاموشی سے وہاں بیٹھ گئی۔ جب تک وہ ناشتہ کرتی رہی وہ وہیں بیٹھا انتظار کرتا رہا۔

اس نے دو ٹوسٹ لیے تھے۔ اسے کھانے سے ہاتھ کھینچتے دیکھ کر اس نے اپنے جوس کا گلاس زارا کی جانب بڑھا دیا تھا۔

” تو پھر کیا سوچا آپ نے ؟ ”

جب وہ ناشتے سے فارغ ہوئی تو اس نے پوچھا۔

میں چند دنوں میں یہاں چلی جاؤں گی۔ جب تک مجھے کوئی دوسرا ٹھکانہ نہیں مل جاتا۔
مجھے یہاں رکنے میں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ ” اس نے جھکی نظروں کے ساتھ اپنا فیصلہ سنایا تو وہ پرسکون سا ہو گیا۔ اس نے اُس کے فیصلے کو سراہا تھا ورنہ کل وہ جس طرح بے وقوفانہ باتیں کر رہی تھیں وہ اسے اس کی کم عقلی ہی سمجھ رہا تھا۔

وہ جان گیا تھا کہ کم از کم اس شہر میں اس کا اپنا کوئی نہیں ہے تبھی وہ اسے کسی ہوٹل میں چھوڑنے کا کہہ رہی تھی۔ اس لیے کل رات اس نے اس بارے میں کوئی بات نہیں کی تھی کیوں کہ وہ چاہتا تھا کہ زارا خود ہی فیصلہ کرے کہ اسے کیا کرنا ہے۔

فمیدہ خاتون تب تک جوس کا گلاس لے آئی تھیں زارا کمرے میں جانے کے ارادے سے وہاں سے اٹھی تو بے دھیانی میں فمیدہ خاتون سے ٹکرا گئی۔ اس ٹکراؤ سے فمیدہ خاتون کے ہاتھ سے جوس کا گلاس چھوٹ کر زمین بوس ہو گیا۔

وہ پیچھے ہٹتی تب تک جوس کے چند قطرے اس کے کپڑے پر گر گئے تھے۔

”اوو نو“! اپنے کرتے کی یہ حالت دیکھ کر وہ روہانسی ہو گئی۔ اس وقت اس کے پاس پہنے کے لیے سوائے اس جوڑے کے کچھ نہیں تھا۔

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

”!اوه سوری بیٹا“

اس کی پریشان صورت دیکھ کر اپنے غلطی نہ ہونے کے باوجود فہمیدہ خاتون معذرت گواہ لہجے میں کہا تو زارا کو شرمندگی نے گھیر لیا۔

”نہیں... نہیں... پلیز آپ مجھ سے معافی مت مانگیں۔ مجھے دیکھ کر چلنا چاہیے تھا۔“

اصل میں غلطی بھی اس کی اپنی تھی وہ بنا بیچھے دیکھے اچانک سے اُٹھی تھی اور فہمیدہ خاتون سے ٹکرا گئی تھی۔

وہ اپنی کرسی چھوڑ چکا تھا جبکہ فہمیدہ خاتون وہاں سے کانچ کے ٹکڑے اٹھا کر جا چکی تھیں۔

آپ ٹھیک ہیں؟“ اس نے زارا کو پریشان دیکھ کر پوچھا۔

جی“! اس نے سر اٹھا کر اس کی جانب دیکھ کر بتایا۔

لیکن آپ کے کپڑے تو پورے خراب ہو گئے ہیں۔“
visit for more novels:
www.urdu-novelbank.com

میں شام تک کچھ خرید لاؤں گا جب تک آپ چاہیں تو میرے کپڑے پہن سکتی ہیں۔

.... فہمیدہ خالہ آپ انھیں

وہ کہتے کہتے رکا اس کے چہرے پر آیا غصہ دیکھنے کے بعد اسے اپنی حماقت کا احساس ہوا تو وہ اپنا سر کھجانے لگا۔ وہ دونوں کوئی گہرے دوست نہیں تھے اور نہ ہی کوئی رشتہ دار تب بھی کسی لڑکی کو اس طرح کہنا نامناسب تھا۔

زارا غصہ آنے کے باوجود بھی خاموش کھڑی تھی کیوں کہ ابھی وہ اس کے رحم و کرم پر تھی اگر اس کی کسی بات کا بُرا مان کر وہ اسے گھر سے نکال دیتا جیسے زبیر نے نکالا تھا تو وہ کہاں جاتی اس کے پاس ایک وقت کا کھانا کھانے تک کے پیسے بھی نہیں تھے۔ لیکن وہ ایک غلطی بار بار نہیں کر سکتی تھی۔ انسانوں پر بھروسہ کرنے کی غلطی اور ان کے ہاتھوں کھٹ پتلی بننے کی غلطی..... جس نے آج اسے اس موڑ پر لا کر کھڑا کر دیا تھا۔

”میں شام میں کپڑے لے آؤں گا۔“ ماحول کو ٹھیک کرنے کے لیے اس نے کہا۔

”اس کی ضرورت نہیں ہے۔“

وہ کہتی ہوئی کمرے میں چلی آئی تھی اور ان کپڑوں کو اچھے سے صاف کر لیا تھا لیکن وہ
شام میں اس کے لیے چند ڈریس لے آیا تھا۔ تنہائی سے اکتا کر وہ کچن کی چلی آئی تھی
جہاں فہمیدہ خاتون کام کر رہی تھیں۔ وہ وہیں کھڑی انھیں کام کرتا دیکھ رہی تھی جب وہ
کچن میں داخل ہوا۔

”اچھا ہوا مجھے آپ یہاں مل گئیں۔ یہ رہے آپ کی امانت۔“

وہ شاپنگ بیگز اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تو اس نے نا سمجھی سے اس کی جانب دیکھا۔

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

”میں نے آج سے پہلے کبھی لڑکیوں والے کپڑے نہیں خریدے اس لیے شاید یہ آپ کو پسند نہ آئیں۔“

وہ شانے اُچکاتے ہوئے بڑے مزے سے اپنے نئے تجربے سے اُسے آگاہ کر رہا تھا۔

یہ میں نہیں لے سکتی“ اس نے صاف انکار کر دیا۔ ان بیگز کو ہاتھ بھی نہیں ”
لگایا تھا۔

”کیوں نہیں لے سکتی ہیں؟ یہ میں آپ کے لیے ہی لے کر آیا ہوں۔“

وہ پورے دو گھنٹے لگا کر دوکانوں میں گھومنے کے بعد اس کے لیے چند کپڑے خرید پایا تھا
۔ اس کے انکار کرنے پر وہ حیران ہوا۔

میں پہلے ہی یہاں رہ رہی ہوں اور یہ سب ”! اس نے وضاحت کی۔“

”اچھا تو یہ بات ہے، مجھے معلوم ہے آپ کافی خوددار ہیں۔ اگر مجھ سے کچھ بھی لینے
”سے آپ کی خودداری کو ٹھیس پہنچے تو آپ بعد میں مجھے اس کے پیسے ادا کر دیجیے گا۔“

وہ بڑی آسانی سے اس کی نہ کو ہاں میں بدل چکا تھا۔

جبکہ زارا حیران ہو رہی تھی کہ کوئی بنا رکے اتنی روانی میں کیسے بول سکتا کیوں کہ جب کبھی وہ بولنا شروع کرتا تو بولتا ہی چلا جاتا اور ایسا پہلی مرتبہ نہیں ہوا تھا وہ پہلی ملاقات میں ہی جان گئی تھی کہ یہ بولے بغیر نہیں رہ سکتا۔

”اب میں اتنا بھی نہیں بولتا۔“

اسے گم صم دیکھ کر وہ شرارتی انداز میں بولا

بالکل صحیح اندازہ لگانے پر وہ پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ کیا وہ اس کا دماغ پڑھ رہا تھا۔

visit for more novels:

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

اب آپ ایسے کیوں دیکھ رہی ہیں وہ کیا ہے نا اکثر لوگ مجھ سے مل کر یہی کہتے ہیں ”

کہ میں بولتا بہت ہوں تو مجھے لگا شاید آپ بھی یہی سوچ رہی ہوں گی۔ دراصل میں ایک

”وکیل ہوں اور اس لحاظ سے بولنا میرے پیشے کا اولین حصہ ہے۔ ویسے بچپن سے ہی۔

وہ یقیناً اپنی پوری زندگی کی داستان سنانے کا ارادہ رکھتا تھا جبکہ زارا کو اس سے یا اس کی زندگی سے جڑی کسی بھی کہانی سننے میں کوئی دلچسپی نہیں تھی اس لیے معذرت کرتی ان بیگز سمیٹ کمرے میں چلی آئی۔

★★★★★

وہ کمرے میں آئی تو ان بیگز کو کھول کر دیکھا جس میں چند نفیس سے سوٹ تھے جسے دیکھ کر اسے عباس صاحب بے اختیار یاد آئے تھے۔ ایسے کپڑے اس کے بابا بھی اس کے لیے لایا کرتے تھے۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

”کاش بابا آپ مجھے یوں چھوڑ کر نہ جاتے تو آج میرا یہ حال نہ ہوتا۔“ اس نے خود پر نظر ڈالتے ہوئے دکھی دل سے سوچا اور ان میں سے ایک سوٹ اٹھا کر چینج کرنے چلی گئی۔ ہر گزرتا وقت اسے باپ کی کمی کا احساس دلاتا اور وہ ٹوٹ سی جاتی۔

آج بھی اسے رہ رہ کر ان کی کمی ستا رہی تھی۔

وہ یہ تو جان گئی تھی کہ یہاں کے مکینوں کے دل کشادہ تھے لیکن وہ کب تک ان کے ساتھ رہ سکتی تھی۔ کبھی نہ کبھی تو اسے یہاں سے جانا ہی تھا۔



وہ ناشتے کر کے گھر سے نکلتا تو پھر رات میں کھانے کی ٹیبل پر ہی نظر آتا تھا۔ اس کا یہ فائدہ ہوا تھا کہ اسے کمرے میں بند نہیں رہنا پڑتا اور وہ کچن میں فہمیدہ خاتون کا ہاتھ بٹا دیا کرتی۔ اس طرح ان کا بھی دل بہل جاتا تھا اور وہ بھی اس سے بات کر لیتی تھیں۔

فہمیدہ خاتون کی دو بیٹیاں تھیں جن کی اب شادی ہو چکی تھی۔ دونوں بھائی بہن اسی گھر کے احاطے میں بنے کوارٹر میں رہتے تھے۔

آج صبح جب وہ ناشتے کی ٹیبل پہ پہنچی تو وہ اسے ناشتے کی ٹیبل پر نظر نہیں آیا۔

”آسود بابا بیگم صاحبہ کو لینے ائیر پورٹ گئے ہیں۔“

اتنے دنوں میں اسے فہمیدہ خاتون کے ساتھ کی عادت ہو گئی تھی۔ انھوں نے زارا کے لیے جوس کا گلاس نکالتے ہوئے بتایا۔ وہ کل رات ہی ان کی آمد کے متعلق بتا چکا تھا۔

ان کے لہجے میں خوشگواریت کا احساس بسا تھا لیکن وہ عجیب سی گھبراہٹ کا شکار ہو گئی تھی۔ پتا نہیں وہ اسے اپنے گھر میں دیکھ کر کیا سوچتیں۔

اسی لیے بے دلی سے ناشتے کمر کے وہ کمرے میں آگئی۔

اس کا دل کیا کہ وہ بنا بتائے یہاں سے چلی جائے مگر اس کے پاس رہنے کے لیے دوسرا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ اس کی ایک ہی دوست تھی جو شادی کے بعد بیرون ملک سیٹل ہو گئی تھی۔ عباس صاحب کے انتقال کے بعد وہ ندا پھوپھو کے زیر سایہ رہی تو اس سے بھی رابطہ کٹ کے رہ گیا۔ ندا خاتون کے پاس واپس جانا نہیں چاہتی تھی کیوں کہ وہ ہی اس کی اس حالت کا ذمہ دار تھیں۔ اس لیے ناشتے کے بعد سے اس نے خود

کو کمرے میں بند کر لیا تھا۔ نہ وہ اس کی والدہ سے ملی تھی اور نہ ہی لنچ ٹائم میں کچھ کھایا تھا۔ جب فہمیدہ خاتون اسے بلانے آئیں تو اس نے طبعیت خرابی کا بہا کر ٹال دیا اور چپ چاپ کمرے میں پڑی رہی۔ فہمیدہ خاتون خود ہی ایک دو بار اس کی طبعیت پوچھنے آئی تھیں اور اسے سوپ دے گئی تھیں۔

شام کے وقت وہ نماز سے فارغ ہوئی تو دروازے پر دستک ہوئی۔ اس نے دروازہ کھولا تو سامنے نفیس سی خاتون کھڑی تھیں۔

اس نے انہیں دیکھ کر سلام کیا پر اسے دیکھ کر ان کے چہرے پر عجیب سی حیرانی ابھری تھی جسے اس نے محسوس کر لیا تھا۔ وہ ان کی جانب دیکھ کر اپنے لب کاٹ رہی تھی۔

وہ کچھ دیر یونہی اسے دیکھتی رہیں پھر سر جھٹک دیا۔

زارا کی نظریں خود پر مرکوز دیکھ کر وہ ہلکا سا مسکرائیں۔

”اب تمہاری طبعیت کیسی ہے بیٹا“

جی ، ٹھیک ہوں آنٹی۔ ”وہ اس سے اس کی طبعیت پوچھنے آئی تھیں۔ زارا کو شرمندگی نے گھیر لیا۔“

”تمہیں اس طرح پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے بیٹا! میرے بیٹے نے مجھے سب بتا دیا ہے۔ تم بے فکر ہو کے جب تک چاہو یہاں رہ سکتی ہو۔ اس نے بہت اچھا کیا کہ تمہیں یہاں لے آیا میں بھی اس کی جگہ ہوتی تو یہی کرتی۔“

انھوں نے اسے پریشان دیکھ کر کہا۔

www.urduovelbank.com

”بیٹھو“! اسے بیٹھنے کا کہتیں وہ خود بھی بیٹھ گئی تھیں۔“

طبعیت زیادہ خراب ہے تو ڈاکٹر کے پاس چلیں۔ ”اسے خاموش دیکھ کر انھوں نے ”
پوچھا تو وہ نفی میں سر ہلانے لگی۔

”نہیں آنٹی میں ٹھیک ہوں، بس تھوڑا سر درد ہے۔ دوائی لی ہے ٹھیک ہو جائے گا۔“ سر درد کی وہ دوا لے چکی تھی اور اب کافی آرام آیا تھا۔

”تمہیں پتا ہے میری بھتیجی بھی تمہاری عمر کی ہے۔ تمہیں دیکھ کر لگا جیسے وہ میرے سامنے کھڑی ہو۔“

بہت پیاری بچی ہے لیکن افسوس میں اس سے مل نہیں سکی کیوں کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ کینیڈا میں ہے اور دیکھو اتفاق سے اس کا نام بھی زارا ہے۔ ”وہ جذباتی انداز میں اسے بتا رہی تھیں اور وہ خاموشی سے انہیں سن رہی تھی۔“

visit for more novels.

www.urdu-novelbank.com

”میں نے تمہیں ڈسٹرب تو نہیں کیا نا؟“ اسے چپ چاپ نظر جھکائے بیٹھی اپنے ہاتھوں کو دیکھتی پایا تو انہوں نے پوچھا۔

”نن.... نہیں ایسی بات نہیں ہے آنٹی!“ زارا نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔

اچھا چلو! اب تم آرام کرو۔ میں نے فمیدہ کو کہا ہے کہ تمہارے لیے کچھ نرم غذا بنا ”
 دے۔ وہ لاتی ہوگی اور تمہیں کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو بلا جھجھک بتانا۔ ” انہوں نے
 اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا اور اٹھ گئیں۔

★★★★★

اسے یہاں آئے دو ہفتے سے زیادہ عرصہ ہو گیا تھا۔ آسود اور اس کی ممانے اسے کسی چیز
 کی کمی نہیں ہونے دی تھی۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

اس کی اپنائیت اور رویہ دیکھ کر اسے یقین ہو گیا کہ دنیا میں اب بھی ایسے لوگ موجود ہیں
 جو دوسروں کا احساس کرتے ہیں ورنہ ندا پھوپھو اور زبیر کے رویے نے اسے سب سے
 سے بدظن کر دیا تھا۔

آج ان کے بے حد اصرار پر وہ ان کے ساتھ شاپنگ مال آئی تھی۔

وہ اس کے منع کرنے کے باوجود اس کے لیے ڈریس اور ضروریات کی دوسری چیزیں خرید رہی تھیں۔

شاپنگ کے بعد ادائیگی کے لیے کاؤنٹر کی طرف بڑھی تو اس نے کہا کہ وہ ان کا انتظار کرے گی۔ وہ عباس صاحب کے ساتھ یہاں آیا کرتی تھی اور آج اتنے دنوں بعد وہ یہاں اسی جگہ موجود تھی۔ اسے آج بھی یاد تھا وہ دن جب آخری مرتبہ وہ ان کے ساتھ یہاں فار ویل پارٹی میں پہننے کے لیے ڈریس لینے آئی تھی اور پورے مال کا چکر لگوانے کے باوجود اسے وہ ڈریس نہیں ملا تھا جس کی اسے تلاش تھی۔

visit for more novels:

www.urdupovelbank.com

”تمہیں کچھ اور لینا ہے زارا؟“ عباس صاحب بیگ اٹھائے اس کے ساتھ چل رہے تھے۔

”نہیں بابا! بس اب ہم گھر جائیں گے۔ میں بہت تھک گئی ہوں۔“ اس نے پیروں پر زور ڈالتے ہوئے کہا تو وہ بے ساختہ مسکرا اٹھے تھے۔

بابا.... اس نے چڑ کے انھیں پکارا تو وہ ہنسنے لگے۔

میرا تو بھوک سے بُرا حال ہو رہا ہے۔ چلو کچھ کھاتے ہیں۔ "آفس کی چھٹی تھی اور وہ " اٹھتے ہی اس کی فرمائش پوری کرنے ناشتہ کیے بغیر ہی اس کے ساتھ یہاں چلے آئے تھے۔

”ٹھیک ہے پر ہم آئیں کریم بھی کھائیں گے۔“

وہ تو ہم کھائیں گے میری جان ”! انھوں نے اس کی بات کی تائید کی اور اس کا چہرہ ”
کھل اٹھا۔ وہ خیالوں میں گم کافی آگے نکل آئی تھی۔ اچانک سے کسی سے ٹکرانے کی وجہ
سے وہ ماضی کے جھروکوں سے باہر نکل آئی اور ادھر ادھر انھیں تلاشنے لگی۔

زارا بھابھی! آپ یہاں؟ "تبھی کسی نے اسے پکارا تھا۔"

”! کچھ نہیں آنٹی۔ چلیں“

حلیمہ خاتون کو وہاں دیکھ کر اس نے شکر ادا کیا۔

ہاں چلو! ڈرائیور ہمارا انتظار کر رہا ہے۔ ”انھوں نے بتایا اور اسے اپنے ساتھ لیے آگے بڑھ گئیں۔“

تم انھیں جانتی ہو؟“ انھوں نے پیچھے کھڑے جوڑے کو دیکھتے ہوئے استفسار کیا۔
تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ وہ جلد از جلد یہاں سے غائب ہو جانا چاہتی تھی۔

وقت واقعی بہت تیزی سے گزرتا ہے اور وقت کے ساتھ لوگ بھی بدل جاتے ہیں وہ بھی تو بدل گئی تھی اُسے جھوٹ بولنا نہیں آتا تھا لیکن زبیر کے ساتھ نے اسے جھوٹا بنا دیا تھا۔

”انھیں کیا ہو گیا ہے.... کچھ بتایا بھی نہیں۔“

چلو نازیہ! میں خود ہی پوچھ لوں گا زبیر سے۔ اگر کراچی آنا تھا تو مجھے بتانا تھا کم از کم مجھ سے ملاقات ہو جاتی۔

وہ اپنی بیوی کو ساتھ لیے آگے بڑھ گیا تھا۔

★★★★★

زارا وہاں سے آنے کے بعد بالکل خاموش ہو گئی تھی۔ اسے ڈر تھا کہ کہیں عاصم زبیر کو

اس کے کراچی میں ہونے کا نہ بتا دیا۔
visit for more novels:
www.urdu-novelbank.com

اگر وہ اسے ڈھونڈنا یہاں آگیا تو وہ کیا کرے گی؟

لیکن وہ اسے ڈھونڈے گا ہی کیوں؟

بے شمار سوچ میں گھری بے چینی سے وہ کمرے میں ٹہلتی رہی۔

پھر اپنی ان سوچوں سے چھٹکارا پانے کے لیے اس نے وضو کیا اور نماز کے لیے بیٹھ گئی۔ وہ کتنی دیر تک یونہی بیٹھی دعا کرتی رہی اور چہرے پر ہاتھ پھیر کے جائے نماز تہہ کرنے لگی تبھی دروازے پر دستک ہوئی۔

دروازے پر فہمیدہ خاتون تھیں۔

”آئی آپ؟“ اس نے دوپٹے کو کھول کر شانے پر پھیلاتے ہوئے کہا۔

جی باجی صاحبہ آپ کو اپنے کمرے میں بلا رہی ہیں؟“ انھوں نے آتے ہی

اطلاع دی۔

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

”ٹھیک ہے آپ جائیں میں آتی ہوں۔“ اس نے کچھ دیر میں آنے کا بتایا تو وہ واپس چلی گئیں۔

آخر ایسی کون سی بات ہے جو آنٹی نے مجھے اپنے کمرے میں بلایا۔ ”ان کے کمرے کی طرف جاتے ہوئے دل میں سوچا۔

”میں اندر آ جاؤں؟“ دروازہ کھلا تھا اور وہ بیڈ پر بیٹھی کسی کتاب کی ورق گردانی کر رہی تھیں۔

اسے دیکھ کر انھوں نے کتاب سے نظر ہٹائی اسے اندر آنے کو کہا اور پھر کتاب بند کر کے اسے سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔

”آؤ بیٹھو! تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہونا؟“ انھوں نے ہاتھ کے اشارے سے اپنے پاس بلایا اور ساتھ ہی استفسار کیا۔ ان کا لہجہ تشویش سے بھرپور تھا۔ وہ جب سے آئی تھی اپنے کمرے سے نہیں نکلی تھی۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

جی آنٹی۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ ”وہ ان کے قریب بیٹھے ہوئے بولی۔“

”کوئی پریشانی ہے؟“ انھوں نے پوچھا تو اس نے ان کا چہرہ دیکھا پھر بولی۔

”!ایسی کوئی بات نہیں ہے آنٹی“

حلیمہ خاتون نے اپنائیت بھرے انداز میں کہا تو اس کا دل کیا وہ سب کچھ ان کو بتا کے اپنا دل ہلکا کر لے۔

دیکھو زارا! میرے بیٹے نے مجھے بتایا ہے کہ تم شادی شدہ ہو، وہ لاہور سے جب کراچی کے لیے نکلا تھا تو تم اسے راستے میں ملی تھی۔ آخر ایسی کیا وجہ تھی کہ تمہیں اتنی رات "گئے گھر سے نکلنا پڑا۔"

www.urduovelbank.com

اتنے دنوں سے اسے جس بات کا ڈر تھا وہی ہوا تھا اور آج انھوں نے وہ بات چھیڑ ہی دی جسے وہ بھول جانا چاہتی تھی۔ اس نے فق ہوتے چہرے کے ساتھ ان کی جانب دیکھا۔

ایسا نہیں ہے کہ مجھے تم پر کوئی شک ہے۔ میری کوئی بیٹی نہیں ہے لیکن میں ”
نے تمہیں دل سے اپنی بیٹی مانا ہے اور میں چاہتی ہوں کہ تم بھی مجھے ماں سمجھ کر اپنی
”پریشانی شیئر کرو شاید میں تمہاری کوئی مدد کر سکوں۔

وہ اسے اپنے اعتماد میں لیتے ہوئے بولیں۔

ان کی بات سن کر زارا کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اس کا سارا ضبط ٹوٹ گیا۔

حلیہ خاتون اسے روتا دیکھ کر پریشان ہو گئیں۔ ان کا مقصد اسے رُلانا نہیں تھا وہ بس
اس کی تکلیف کو کم کرنا چاہتی تھیں۔

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

پلیز رومت! کیا ہوا ہے بتاؤ مجھے۔ ”انہوں نے اسے خود سے لگاتے ہوئے پوچھا۔

وہ کچھ دیر یونہی روتی رہی پھر انہیں اپنے رشتے داروں کی خود غرضی اور زبیر کے متعلق
سب کچھ بتا دیا۔ کچھ چیزیں اب بھی ان سے پوشیدہ تھیں۔

زبیر کی سچائی کا پتا چلا تو انھیں زارا کے لیے بہت برا لگا۔ اتنی کم عمر میں اس بچی نے بہت کچھ سہا تھا۔

دل کا بوجھ تھوڑا کم ہوا تو وہ روتے روتے وہی سو گئی۔ انھوں نے بھی اسے جگایا نہیں۔ کتنی دیر تک وہ وہاں بیٹھی اس کے سر پر ہاتھ پھیرتی رہیں۔

زبان انھیں پکارتا کمرے میں داخل ہوا لیکن زارا کو ان کے ساتھ دیکھ کر وہیں سے پلٹ گیا۔

”میں آپ سے ڈانٹنگ ٹیبل پر ملتا ہوں۔“
visit for more novels: www.urdu-novel-bank.com

”مما! آپ کا موبائل کہاں تھا۔ ندا خالہ نے آپ کو کال کی تھی آپ نے نہیں اٹھایا تو مجھے کال کی انھوں نے۔ کل عائشہ کی ڈیٹ فلکس ہے۔“

کھانے سے فارغ ہو کر نیپکین سے ہاتھ صاف کرتا انھیں بتا رہا تھا۔ وہ کچھ دیر قبل اس بات کی اطلاع دینے ان کے کمرے میں گیا تھا مگر وہاں زارا کو دیکھ کر واپس لوٹ آیا تھا۔

”ندا نے عائشہ کی منگنی کر دی اور ہمیں بتانا بھی ضروری نہیں سمجھا اور کل ڈیٹ
”فکس ہے اور آج بتا رہی ہے۔“

اس کی ان حرکتوں کی وجہ سے میں سخت پریشان ہوں جب سب کچھ خود ہی کرنا ہے تو
 ”اب بھی نہ بلاتی ہمیں۔“

انھیں اپنی بہن ندا پر بہت غصہ آ رہا تھا۔ انھوں نے ان کے علم میں لائے بغیر زارا کی شادی کر دی تھی اور اب بنا بتائے عائشہ کی منگنی کے بعد انھیں بتا رہی تھیں۔

”تمہیں تو پتا ہے کل تمہارے بابا کی رات کی فلائٹ ہے۔“

انھوں نے گہرا سانس خارج کرتے کچھ توقف کے بعد کہا۔

”اوہ ہاں میرے ذہن سے نکل گیا تھا۔ آپ کہیں تو میں چھوڑ دیتا ہوں وہاں آپ کو۔ بابا کو میں پک کر لوں گا۔“ اس نے جیسے حل نکالا۔

زبان تم چلے جاؤ! میں یہیں رکوں گی۔ زارا کی بھی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ اسے ”
اس طرح چھوڑ کر جانا اچھا نہیں ہوگا۔ تمہارے بابا آجائیں تو ہم ساتھ چلے گی خالہ کی طرف
”۔ ابھی تم ہو آؤ۔

انہوں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

”چلیں ٹھیک ہے ماما! جیسا آپ کہیں۔ کیا ہوا ہے زارا کو؟“

اس نے ہامی بھرتے کہا اور ساتھ زارا کے متعلق پوچھا تو انہوں نے ساری بات اسے بتا
دی۔

میں اس سے ملا ہوں۔ باہر سے شریف نظر آنے والا شخص اندر سے اس قدر گھٹیا
”انسان ہوگا میں نے سوچا نہیں تھا۔

اسے زبیر اور اس کی ملاقات یاد آئی۔ زبیر سے مل کر اسے شدید حیرت ہوئی تھی ان دونوں کی عمر میں بہت فرق تھا۔

”مجھے تو حیرت ہے کہ اُس انسان کو اس پھول سی بچی کا ذرا بھی خیال نہیں آیا کہ وہ کہاں جائے گی۔ اُسے اتنی رات کو گھر سے نکال دیا۔ اگر اس کے ساتھ کچھ غلط ہو جاتا..... تو

ایسے انسان کو سخت سے سخت سزا ملنی چاہیے جو عورتوں پر ہاتھ اٹھاتے ہیں اتنے دنوں میں اُسے کبھی اس معصوم کا پیار نظر نہیں آیا۔

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

لیکن ماما! زارا کو بھی چُپ نہیں رہنا چاہیے تھا، مانتا ہوں وہ اس کا شوہر ہے اور اس "

رشتے کو موقع دینا چاہتی تھی مگر ایک بار اپنے حق کے لیے آواز اٹھاتی تو شاید وہ آج

اس حال میں نہ ہوتی - وہ ان زیادتیوں پر خاموش رہی اس لیے اس انسان کی اتنی ہمت
 "بڑھ گئی اور وہ اس کی کمزوری کا فائدہ اٹھتا رہا -

وہ بالکل ٹھیک کہہ رہا تھا۔ زارا کو یوں چُپ نہیں بیٹھنا چاہیے تھا۔ گھریلو تشدد کے خلاف ملک میں قانون نافذ ہے۔

شکر ہے وہ اب اس زبیر کے پاس نہیں ہے۔ اس رات وہ اسے باہر نہ نکالتا تو
 ناجانے اب تک وہ اس کے ساتھ کیا کچھ کر چکا ہوتا۔
 انھوں نے فکر مندی سے سوچا۔

” اس بارے میں بعد میں بات کرتے ہیں۔ رات بہت ہو گئی۔ اب آپ سو جائیں۔“

” صبح مجھے نکلنا بھی ہے۔“

visit for more novels:

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

اس نے اگے بڑھ کر ان کا ماتھا چوما اور انھیں کمرے میں چھوڑ کر اوپر چلا آیا۔

★★★★★

صبح ناشتہ کر کے زیان کے نکلتے ہی وہ زارا کے کمرے کی طرف آئیں تو دروازہ کھلا تھا۔

”اچھا ہوا تم اٹھ گئی۔ میں نے فمیدہ سے کہہ دیا ہے کہ وہ تمہارا ناشتہ لگا دے۔“

انہوں نے اندر آتے ہی اسے جاگتا دیکھ کر کہا۔

”سوری آنٹی! میں نے آپ کو رات پریشان کر دیا۔“ انہیں دیکھتے ہی کمفرٹر کو پرے

کرتے وہ اٹھ کر ٹھیک سے بیٹھ گئی تھی۔ صبح فجر سے پہلے جب اس کی آنکھ کھلی تو وہ

بستر پر ایک کونے میں سمٹ کر سوئی ہوئی تھیں انہیں یوں بے آرام دیکھ کر اسے

پیشمانی نے گھیر لیا۔ وہ یوں بے خبر نہیں سوتی تھی پر نا جانے رات اس کی آنکھ کیسے

visit for more novels.

www.urdu-novelbank.com

لگ گئی تھی۔

”ارے تم سوری کیوں بول رہی ہو؟ مجھے اچھا لگا تم نے مجھے اپنا سمجھا۔“ وہ اب

مسکراتے ہوئے اس کے قریب آکر بیٹھ گئیں۔

لگایا پھر جھک کر اس کا ماتھا چھوا۔ وہ بخار سے تپ رہی تھی۔

”تمہیں تو تیز بخار ہے زارا۔ چلو کچھ کھالو پھر میں تمہیں دوائی دیتی ہوں۔“

فہمیدہ خاتون ناشتے کی ٹرے لیے اندر آئی تھیں تو انھوں نے فہمیدہ خاتون کو مخاطب کیا۔

”فہمیدہ بخار کی دوا لے آؤ۔“

جی باجی صاحبہ "اوہ ناشتہ رکھ کر الٹے پیر دوائی لینے چلی گئیں۔"

پھر جب تک اس کا بخار کم نہیں ہوا وہ اس کے پاس ہی بیٹھی رہیں۔

شام میں وہ نماز کے بعد پھر اس کے پاس چلی آئی تھیں۔ اس کا بخار اتر گیا تھا لیکن نقابت کے باعث اس کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔ انھوں نے سوچا تھا کہ اگر بخار کم نہیں ہوا تو اسے ڈاکٹر کے پاس لے جائیں گی۔

وہ اس سے اس کی طبیعت پوچھ رہی تھیں جب ان کا موبائل بجنے لگا۔ موبائل اسکرین پر زیان کالنگ دیکھ کر انھوں نے کال ریسو کی وہ وہاں کی تیاریوں کے بارے میں انھیں بتا رہا تھا۔

ملک صاحب مزید کچھ دن وہاں رکنے والے تھے انھوں نے کال کر کے انھیں بتا دیا تھا اس لیے وہ پرسکون ہو گئی تھیں۔

وہ خاموشی سے ان کی باتیں سن رہی تھی۔ اسے خود کو تکتا دیکھ کر انھیں اس پر بے اختیار پیار آیا۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

”کیا دیکھ رہی ہو؟“

”کک.... کچھ نہیں“! زارا ان کے استفسار پر گھبرا گئی۔

”بابا! تم بالکل میری بھتیجی کی طرح ہی پیاری سی گریا لگتی ہو۔ وہ بھی بچپن میں“

میرے پاس بیٹھ کر مجھے اس طرح دیکھا کرتی تھی۔ سچ بتاؤں تو تمہیں پہلی بار یہاں دیکھ

وہ اسے اپنی کیفیت سے آگاہ کر رہی تھیں اور وہ غور سے ان کی باتیں سن رہی تھی۔

اس نے ان کے خاموش ہوتے ہی پوچھا۔

اتنے سال مجھے اپنوں کی یاد ستاتی رہی۔ ایک بہت بڑی آزمائش تھی جس سے ہم گزر رہے تھے۔ سچ کو لاکھ جھٹلایا جائے وہ سامنے آکے رہتا ہے۔ ہماری زندگی میں ایک معجزہ ہوا تھا۔ میرے ہسبیڈ کے دوست نے اپنی غلطی مان لی اور ہمارا سب کچھ جو ہم سے

چھن گیا تھا ہمیں واپس مل گیا۔ میں سوچتی ہوں امریکہ جیسے ملک میں جہاں حکومت فوری ایکشن لیتی ہے وہاں فراڈ کیسے ہو سکتا ہے؟ لیکن جب آپ کے اپنے خود ہی آپ کے دشمن بن جائیں تو پھر چاہے وہ کتنا ہی ترقی یافتہ ملک کیوں نہ ہو انسان اپنوں کے ہاتھ مار کھا ہی جاتا ہے۔

اللہ نے ہمارا پاس رکھا اور ہماری کھوئی ہوئی عزت و وقار ہمیں لوٹا دی اور میں یہی کہوں گی جسے اللہ پر توکل ہو وہ کبھی نہیں ہار سکتا۔ ہم نے آخری سانس تک ہار نہیں مانی اور رب کے فیصلے کا انتظار کیا۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

”وہ بولتے بولتے آبدیدہ ہو گئیں۔ زارا نے ان کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیے۔ یہ سچ ہی تھا کہ اپنوں کے دیے زخم چاہ کر بھی نہیں بھرتے بلکہ دن بہ دن گہرے ہوتے چلے جاتے ہیں اس کے اپنوں نے بھی اس کی روح پر اتنے بُری طرح وار کیا تھا کہ وہ رشتوں کے نام سے بھی خوف کھانے لگی تھی۔“

جب ہمارا رابطہ ہوا تو میرے بھائی کی موت کی خبر نے ہمیں رنجیدہ کر دیا۔ یہ زندگی ”
کا دوسرا بڑا جھٹکا تھا جو اس کی موت پر لگا تھا۔ یہ عمر اس کے جانے کی نہیں تھی
لیکن رب کو جو منظور۔

جب زیان کی فلائٹ تھی تو وہ بہت خوش تھا کہ زارا سے ملے گا لیکن یہاں پہنچ کے پتا
”چلا کہ اس کی شادی ہو گئی ہے اور وہ اپنی فیملی کے ساتھ کینیڈا شفٹ ہو گئی ہے۔
وہ خاموش ہوئیں تو زارا کا چہرہ آبرو آلود دیکھ کر گھبرا گئیں۔ وہ بے آواز رو رہی تھی۔
تم رو رہی ہو؟ میں اتنی جذباتی ہو گئی اور اپنے ساتھ تمہیں بھی رلا دیا۔ بیتے کل جب ”
”بھی یاد آتے ہیں میرا خود پر اختیار ہی نہیں رہتا۔

انہوں نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا اور اس کو گلے سے لگائے اس کا سر تھپکنے لگیں۔
ان کے گلے لگتے ہی اس کو سکون ملا اور اس کے دل نے خواہش کی کہ وہ کبھی ان سے
الگ نہ ہو۔ اتنے دن بعد تو وہ اسے ملی تھیں

ان کا پیار دیکھ کر اُسے اس کے بابا یاد آئے تھے وہ بھی ان کی طرح نرم گفتار تھے ، اسی طرح شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے تھے ان کی آنکھوں میں بھی یہی چمک ہوا کرتی تھی جو اس کے سامنے بیٹھی وجود کے آنکھوں میں وہ اپنے لیے دیکھ رہی تھی۔

! اب بس رونا بند کرو۔ چلو شاباش ”

میں تھوڑی جذباتی ہو گئی تھی ۔ ”اس سے الگ ہوتے انھوں نے اس کے آنسو صاف کیے ۔

زبان کو بولنے کی عادت بھی وارثت میں ملی تھی۔ دونوں ماں بیٹے جب ایک بار بولنا شروع کرتے تو سب کو پیچھے چھوڑ دیتے تھے۔ زارا یہ سوچ کر دھیرے سے مسکرائی تھی۔

”مگڈ گرل! اچھا اب میں چلتی ہوں انھوں نے آگے بڑھ کر اس کے ماتھے کو چوما۔“

یہ زبان کون ہے آنٹی؟“ وہ وہاں سے جاتیں اس سے پہلے اس نے استفسار کیا۔“

جس کے ساتھ تم یہاں آئی ہو وہی میرا بیٹا زیان ہے کیا تمہیں اب تک اس نے اپنا نام نہیں بتایا " انھوں نے قدرے حیرانی سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا۔

” لیکن فمیدہ آنٹی تو اسے آسود کہہ رہی تھیں؟ “

اس نے الجھی ہوئی نظروں سے دیکھا۔

فہمیدہ اور زیان کے دوست اسے آسود کہہ کر بلاتے ہیں۔ زیان آسود ملک میرا اکلوتا بیٹا ” ہے اور ماشاء اللہ سے پیشے سے وہ ایک وکیل ہے۔ ” انھوں نے اپنے بیٹے کے بارے

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

میں خوش دلی سے بتایا۔

” اور آپ کا نام حلیمہ ہے؟ “

زارا اپنے احساسات چھپاتے ہوئے بولی۔ وہ تصدیق کرنا چاہتی تھی۔

”ہاں لیکن تمہیں کس نے بتایا؟“

”و....وہ مجھے ”وہ کہتے کہتے رک گئی۔“

”ارے گھبرا کیوں رہی ہو یقیناً فمیدہ نے بتایا ہوگا۔“

زارا کا دل کیا کہ وہ ان کے گلے لگ جائے پر اس نے ایسا نہیں کیا۔

وہ اتنے دنوں سے اپنوں کے ساتھ رہتے ہوئے بھی انجان تھی۔ اس کی مدد کرنے والا اور کوئی نہیں اس کا کزن اور نفیس سی شخصیت رکھنے والی اس کی سگی چھو پھو تھیں جسے اس نے بہت یاد کیا تھا۔

ان کے امریکہ چلے جانے اور پھر ان کی طرف سے مکمل لا تعلقی پر وہ عجیب سے کشمکش کا شکار تھی۔ اس نے اپنے باپ کو ان کے بارے میں باتیں کرنے سنا تھا۔ وہ اپنی بہن کا ذکر کرتے ہوئے آبدیدہ ہو جاتے تھے۔ اس لیے اپنوں کا دور جانا اسے ہمیشہ سے بہت غمگین کر دیتا تھا جب اس کے بابا اُسے چھوڑ کر چلے گئے تو وہ اس بات کا یقین

ہی نہیں آ رہا تھا کہ ایسا سچ میں ہوا ہے۔ پھر اس پر رشتوں کی تلخیوں کا ایک بہت بڑا طوفان ٹوٹا اور وہ اس بھری دنیا میں بالکل تنہا رہ گئی۔

ایک بہادر اور پر اعتماد لڑکی کب اتنی بزدل اور کمزور بن گئی اسے پتا ہی نہیں چلا۔

ندا پھوپھو نے تو جیسے اسے اپنا مانا ہی نہیں تھا۔ اپنا مانتیں تو وہ کبھی اسے خود سے دور نہ کرتیں اور نہ ہی اس کے لیے زبیر جیسا ہمسفر چنتیں۔

ان سے ملنے سے پہلے اسے شکایت تھی کہ وہ بابا کے آخری دیدار کے لیے کیوں نہیں آئیں۔ وہ لوگ کہاں تھے جب ندا چھو پھو نے اس کی رضامندی جانے بغیر جیسے شخص کے ہاتھ میں اسے سوئپ دیا تھا۔ وہ اس سے اتنے بے خبر کیوں رہے جب اسے ان کی سب سے زیادہ ضرورت تھی لیکن آج ان سے بات کر کے ساری شکایتیں دور ہو گئی تھیں۔

★★★★★

ان کا خوش اخلاقی اور خوش مزاجی دیکھ کر انھیں یقین ہو گیا تھا کہ ان کی بیٹی وہاں جا کے بہت خوش رہے گی۔ جب انھیں عائشہ کی فاروقی کو لے کر پسندیدگی کا علم ہوا تھا انھوں

نے تھان لیا تھا وہ اب ندا کی ایک نہیں چلنے دیں گے۔ زارا کی شادی میں ان کی رضامندی شامل نہیں تھی لیکن ندا کی ضد نے انھیں خاموش کروا دیا تھا۔ اس وقت اگر وہ کوئی اسٹینڈ لے لیتے تو زارا کی شادی اس زبیر سے نہ ہوتی۔

فاروق کے گھر بھی وہ ہی بولتے رہے تھے ندا خاتون خاموش بیٹھی تھیں اور گھر آ کے بھی انھوں نے ناراضی کا اظہار کیا تھا۔

شام میں گھر پر ہی چند رشتے داروں کی موجودگی میں عائشہ کی شادی کی تاریخ کے لیے چھوٹا سا فنکشن تھا تو سارا دن تیاریوں کے نذر ہو گیا تھا۔ شام میں سبھی مہمانوں کی موجودگی میں شادی کی تاریخ طے ہوتے ہی سب کے چہروں پر خوشی بکھر گئی۔

عائشہ کے تو جیسے خوشی کے مارے پیر زمین پر نہیں ٹک رہے تھے۔ آج اس کی سب سے بڑی خواہش جو پوری ہو گئی تھی اب بس اسے اُس دن کا انتظار تھا جب وہ فاروق کے ساتھ ازدواجی رشتے میں بندھ جاتی۔

گڈ مارنگ ماما! اس نے آتے ہی کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ وہ پچھلے کچھ دنوں سے بے حد مصروف تھا۔ آج کام سے چھٹی تھی مگر نیند نہ آنے کی وجہ سے وہ صبح ناشتہ کے لیے چلا آیا۔

گڈ مارنگ! اچھا ہوا تم اٹھ گئے۔ آج تو تم گھر پر ہی ہونا؟“ حلیمہ خاتون نے کپ میں چائے انڈیلتے ہوئے اس سے پوچھا۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

جی ماما! نیند نہیں آرہی تھی تو سوچا سب کے ساتھ ناشتہ کر لوں!“ اس نے ٹوسٹ پر جم لگاتے ہوئے انھیں بتایا۔

چلو اچھی بات ہے۔ ناشتہ ختم کرو۔ پھر تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔ ”ملک“
صاحب نے آملیٹ کا ٹکڑا کاٹتے ہوئے اسے مخاطب کیا تو وہ سر ہلا کر جوس کے گھونٹ
بھرنے لگا۔

ملک صاحب کل صبح کی فلائٹ سے آئے تھے اور زبان کاموں میں اس قدر مصروف تھا کہ ان دونوں کے درمیان ٹھیک سے بات نہیں ہو پائی تھی۔

ناشتے کے بعد وہ اور زیان لاونج میں بیٹھ کر پاکستان میں شروع کیے جانے والے بزنس کے متعلق بات کرتے رہے۔ زارا کمرے میں جا چکی تھی اور حلیمہ خاتون اپنی بہن ندا سے بات کرنے کے بعد سیدھا لاؤنج میں چلی آئیں۔

آپ دونوں شام میں فری ہیں؟“ انھوں نے بیٹے اور شوہر کی طرف دیکھتے ہوئے ”

یوچھا۔

” آج کہیں باہر جانے کا پروگرام ہے کیا؟ “ زیان نے ماں کے استفسار سے اندازہ لگایا تو ملک صاحب مسکرانے لگے۔

” ندا کی طرف جانا ہے اگر آپ دونوں مصروف نہیں ہیں تو میں سوچ رہی تھی کہ آج “ کیوں نہ اُس کی طرف چکر لگا لوں۔ “ وہ جب سے یہاں آئی تھیں ندا خاتون سے صرف فون پر ہی بات ہوئی تھی۔ اس لیے وہ چاہتی تھیں کہ جا کے مل آئیں۔

” لُنج کے بعد نکلتے ہیں پھر۔ “ ملک صاحب نے موبائل میز پر رکھتے ہوئے کہا تو انھوں نے اثبات میں سر ہلایا۔

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

وہ لوگ دوپہر کے کھانے کے بعد ندا خاتون کی طرف نکل گئے تھے۔ حلیمہ خاتون چاہتی تھیں کہ زارا بھی ان کے ساتھ چلے لیکن زارا آرام کرنا چاہتی تھی اس لیے انھوں نے زیادہ اصرار نہیں کیا۔

وہاں پہنچ کر گئے دنوں کی یاد تازہ کرتے انھیں وقت کا پتا ہی نہیں چلا۔ رات کا کھانا بڑے خوشگوار ماحول میں کھایا گیا تھا۔ آج رات وہ یہاں رکنے والے تھے اس لیے رات کے اس وقت بھی گھر کے سبھی افراد جاگ رہے تھے۔

★★★★★

صبح ناشتہ کر کے نعیم صاحب آفس کے لیے نکل گئے تھے اور ملک صاحب نیوز چینل سرچ کر رہے تھے جبکہ دونوں بہنیں باتوں میں اس قدر مگن تھیں جیسے گزرے دنوں کی کسر پوری کر رہی ہوں اور وہ دونوں بچے کے ساتھ بیٹھا پرانی الیم دیکھ کر خوش ہو رہا تھا تبھی کلثوم بی نے آکر ندا خاتون کے کان میں سرگوشی کی اور وہ معذرت کرتیں وہاں سے اٹھ گئیں۔

”زبان بھائی اس میں زارا آپی بھی ہیں۔“ لائبہ نے ایک اور الہم کھولتے اسے بتایا

- اس الہم میں اس وقت کی تصویریں تھیں جب وہ امریکہ میں تھا اور ان گزرے دنوں کا حصہ نہیں بن پایا تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ ساری تصاویر دیکھ پاتا اس کا موبائل بجنے لگا۔ کال سننے کے ارادے سے وہ اٹھ کر لاونج سے باہر چلا آیا۔ اس کے ایک کلائنٹ کی کال تھی جس کے لیے وہ کچھ دنوں سے کام کر رہا تھا۔ وہ موبائل جیب میں اڑتا جیسے ہی آگے بڑھا تو اس کی نظر اس آدمی پر پڑی جس سے کچھ دیر پہلے ندا خالہ بات کر رہی تھیں۔ وہ اس کا چہرہ نہیں دیکھ پایا تھا کیوں کہ اس کی طرف اس کی پشت تھی۔

کون ہیں آپ ؟ رک جائیں ”! زیان نے دبے پاؤں اس کا پیچھا کرتے اسے آواز ”

لگائی تو باہر جاتے زبیر کے قدم تھم گئے۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے بالکل قریب آگئے

تھے۔

تم..... تم یہاں کر رہے ہو؟“ زبیر کو یہاں دیکھ کر اسے حیرانی ہوئی۔ ”

”کیا مطلب ہے تمہارا۔ ہٹو میرے راستے سے“! زبیر نے عجلت میں وہاں سے نکلنا ”
چاہا۔ اسے عاصم سے پتا چلا کہ زارا کراچی میں ہے اور اس کی تصدیق کے لیے اس نے
فوراً ندا خاتون کو کئی بار کال ملائی لیکن اُن کا نمبر مسلسل بند جا رہا تھا۔ بس اسی لیے وہ
کراچی آیا تھا اور یہاں آکر بھی اسے مایوسی ہوئی تھی کیوں کہ زارا یہاں بھی اسے نہیں ملی
تھی۔

”خالہ جان! ماما! یہاں آئیں۔“ زبیر کو یہاں دیکھ کر حیرانی ہوئی اور اس نے سب کو
راہ داری کی طرف بلایا۔ ندا خاتون زیان کی آواز سن کے وہاں پہنچیں تو زبیر کو اپنے سامنے
دیکھ کر یکدم پریشان ہو گئیں۔ انھیں لگا تھا وہ زبیر کو خاموشی سے بھگانے میں کامیاب
ہو گئی ہیں لیکن وہ زیان کی نظروں میں آگیا تھا اور زیان دروازے کے قریب کھڑا اسے باہر
جانے سے روکے کھڑا تھا۔

آپ بتائیں خالہ جان! یہ آدمی یہاں کیا کر رہا ہے؟“ زیان کی آواز معمول سے ”
تیز تھی۔ زبیر کو دیکھتے ہی اسے ساری بات سمجھ آ گئی تھی اور یہی سوچ کر اس کا ذہن
ماؤف ہو رہا تھا۔

مم..... میں نہیں جانتی یہ کون ہے؟“ ندا خاتون نے ہکلاتے ہوئے صاف ”
جھوٹ کہا۔ پریشانی سے ان کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے۔

جھوٹی عورت! تم نہیں جانتی کہ میں کون ہوں؟ ہاہاہا۔“ وہ ندا خاتون کو پلٹتے دیکھ کر ”
زور زور سے ہنسنے لگا۔

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

”تمہاری بھیتچی بھی تم پر ہی گئی ہے۔ جھوٹ فریب تو تم لوگوں کی گھٹی میں ہے۔ پر ”
میں اسے ڈھونڈ لوں گا سمجھ گئی تم!“ وہ باورانہ انداز میں کہتا زیان کو دھکا دے کر وہاں
سے چلا گیا اور زیان زبیر کے کہے فقرے میں الجھ کر رہ گیا۔

اس کا مطلب زارا کو دیکھ کر جو اسے شک ہوا تھا وہ کوئی شک نہیں بلکہ حقیقت تھی۔

اس کی شکل میں مماثلت نہیں بلکہ وہ ہی اس کی کزن زارا عباس تھی۔

”اوہ میرے خدایا! یہ سب کیوں کیا آپ نے خالہ جان! ہم سب سے اتنا بڑا جھوٹ“

کیوں کہا آپ نے؟“ پتھر کی مورت بنی ندا خاتون سے پوچھا۔ آج پہلی بار اسے معاملات کی سنگینی کا احساس ہوا تھا۔

آپ نے ہمیں بتائے بغیر اس کی شادی کر دی تب بھی ہم مطمئن تھے کہ اس کا

آپ سے خونی رشتہ ہے۔ آپ نے جو بھی فیصلہ کیا ہوگا وہ اس کے لیے بہتر ہی ہوگا۔

آپ ہمیں اس سے بات کروانے سے ٹالتی رہیں صرف اس لیے کہ وہ کینیڈا نہیں بلکہ

”ہمیں پاکستان میں تھی۔

”میرا یقین کرو میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا۔ وہ زبیر..... انھوں نے ہوش

میں آتے ہی خود کو ڈیفینڈ کرنے کی کوشش کی۔

”کیا ہوا زیان! تم کس طرح بات کر رہے ہو تم اپنی خالہ سے؟“ حلیمہ خاتون اور ”باقی سب شور سن کر راہ داری کی طرف چلے آئے تھے اور زیان کو ندا خاتون سے بلند آواز میں بات کرتا دیکھ کر انھوں نے اسے ڈپٹا تھا۔

”مما آپ خود ہی پوچھیں ان سے کہ انھوں نے زارا کی زندگی کیوں برباد کی؟“ یہ تم کیا کہہ رہے ہو زیان؟ صاف صاف بتاؤ مجھے۔ ”وہ اس کی بات کا مطلب نہیں سمجھ پائیں۔

”زیر آیا تھا زارا کو ڈھونڈتے ہوئے یہاں۔ اگر آج میں اسے یہاں نہیں دیکھتا تو“ ”نجانے کب تک یہ ہم سے جھوٹ بولتیں

”ندا کچھ بولو بھی۔ زیان کیا کہہ رہا ہے؟“

انھوں نے ندا کو خاموش دیکھ کر استفسار کیا۔

زبان تم غلط سمجھ رہے ہو مجھے۔ میں ایسا کیوں کروں گی؟ میں اس کی سگی پھوپھی ”
ہوں۔“

ندا خاتون کے اوسان خطا ہونے لگے تھے۔ وہ آج بری طرح اپنے ہی جال میں پھنس گئی تھیں۔

اگر آپ سچ میں نہیں جانتی تھیں تو پھر آپ نے جھوٹ کیوں کہا کہ وہ کینیڈا میں ”
ہے؟“ اس نے غصے سے پہلو بدلتے ہوئے کہا تو حلیمہ خاتون اپنی بہن کو دیکھ کر اس
کی طرف لپکیں۔

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

!وہ بچی کس اذیت سے گزری ہے۔ تمہیں اندازہ بھی ہے ندا

تم نے ایسا سوچ بھی کیسے لیا کہ اس کا باپ مر گیا ہے تو تم اس کے ساتھ کچھ بھی
کروں گی اور کوئی پوچھنے نہیں آئے گا۔ افسوس ہو رہا ہے مجھے تمہیں اپنی بہن کہتے

ہوئے۔ "وہ انھیں دونوں ہاتھوں سے جھنجھوڑتے ہوئے بول رہی تھیں۔ اپنی بہن کی خود غرضی کا انھیں شدید صدمہ پہنچا تھا ان کی سانس بولتے بولتے پھول گئی تھی۔

آپا! میرا یقین کریں میں "..... سچ کھل جانے کے باوجود اپنے کیے پر پشیمان ہونے کی بجائے وہ اب بھی اپنی بات پر ڈٹی تھیں۔"

علیمہ خاتون نے آگے بڑھ کر انھیں تھپڑ مار دیا اور وہ سکتے کی حالت میں کھڑی انھیں دیکھے گئیں۔ ان کی بہن نے آج سے پہلے کبھی ان پر ہاتھ نہیں اٹھایا تھا۔

گھر چلو زیان! اب ہم ایک منٹ بھی یہاں نہیں رکیں گے۔“ انھوں نے اپنا فیصلہ سنایا اور شکستہ قدموں سے چلتے ہوئے باہر نکل گئیں۔

ڈرائیونگ کرتے وہ زارا کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اسے زارا سے پہلی ملاقات یاد آئی۔ وہ زبیر کے ڈر سے اس سے الجھنے سے ڈرتی تھی اور جب وہ کپ دینے کا بہانا کر کے اس کے پاس گیا تھا تا کہ اُس سے پوچھ سکے کہ وہ اتنی ڈری ہوئی کیوں ہے۔ اُس دن اس کا

التجائی انداز دیکھ کر ہمت نہیں کر پایا کہ اس سے پوچھ سکے ، جب وہ لاہور سے کراچی آ رہا تھا اسے تیار دیکھ کر وہ حیران ہوا تھا کیوں کہ جب وہ صاعقہ آنٹی کے ساتھ مارکیٹ گئی تھی تب اُس نے اچھی طرح چادر میں خود کو چھپا رکھا تھا اور جب بھی وہ اسے مخاطب کرتا تو وہ گھبرا جاتی تھی ۔

ایک بچے کے قریب وہ سب گھر پہنچے تھے اور آتے ہی حلیمہ خاتون نے فمیدہ سے زارا کے متعلق پوچھا تھا۔

باجی صاحبہ ! وہ تو چلی گئیں۔ ”جواب ملتے ہی وہ بے چین ہو گئی تھیں۔“

مما آپ بیٹھے میں بات کرتا ہوں۔ ”اس نے انھیں صوفے پر بٹھاتے ہوئے کہا۔“

” وہ کہاں گئی ہے کچھ بتایا اس نے آپ کو؟“

زیان نے پانی کا گلاس حلیمہ خاتون کو دیتے ہوئے فمیدہ بی سے پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ زارا اپنے کسی دوست کے گھر گئی ہے۔

تم نے اسے جانے کیوں دیا؟“ حلیمہ خاتون کے لیے خود کو سنبھالنا مشکل ہو رہا ”
تھا۔ اسے یہاں نہ پا کر وہ رو پڑیں۔

”مما! خود کو سنبھالیں۔“ زیان نے آگے بڑھ انھیں خود سے لگائے تسلی دی۔

”وہ مل جائے گی حلیمہ! پرسکون ہو جاؤ ورنہ تمہاری طبیعت بگڑ جائے گی۔“ ملک صاحب کے سمجھانے پر بھی ان کے رونے میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔

”میں تمہاری ممما کے پاس ہوں۔ تم جاؤ زیان! دیکھو زارا کہاں ہے۔“ ملک صاحب نے اس سے کہا تو وہ اسی وقت گھر سے باہر نکل گیا۔

visit for more novels
www.urdu-novel-bank.com

سرک پر گاڑی دوڑاتے وہ تذبذب کا شکار تھا۔ وہ اسے ڈھونڈتے کافی آگے نکل آیا تھا۔ یہ وقت آفس کی چھٹیوں کا ہوتا ہے اس لیے سرک پر گاڑیوں کا ہجوم تھا۔ جیسے ہی سگنل کھلنے پر وہ آگے بڑھا سرک کے کنارے لوگوں کا ہجوم دیکھ کر اس نے گاڑی روک دی۔

ایسکیوز می! یہاں کیا ہوا ہے؟“ اس نے ماتھے پر آئے پیسنے کو صاف کرتے ”
ہوئے وہاں کھڑے ایک آدمی سے پوچھا۔

کسی لڑکی کا بہت بُرا ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔ پتا نہیں کون ہے۔ خون بہت بہہ گیا ”
ہے۔“ اس آدمی کی بات سن کر وہ گھبراہٹ کے مارے کچھ بول ہی نہیں پایا۔

زارا تم کہاں ہو؟“ خود کو اس جگہ پر گھسیٹتے ہوئے لاتے اس کی حالت بگڑ رہی تھی ”

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

ہاتھ کے اشارے سے لوگوں کو ہٹاتا وہ اُس مقام پر پہنچا جہاں وہ لڑکی نیم مردہ حالت
میں پڑی تھی۔ اُس کا چہرہ دوپٹے سے چھپا ہوا تھا۔ ایسبولیس ابھی ابھی پہنچی تھی اور
عملہ اسے وہاں سے اٹھا رہے تھے۔

یہ زارا نہیں ہو سکتی۔ ”وہ بڑ بڑاتے ہوئے اس نے پہلو بدلا تو وہ اسے چند قدم کے فاصلے پر کھڑی نظر آئی۔“

خدا کا شکر ہے زارا! تم ٹھیک ہو۔ ”وہ دل ہی دل میں خوش ہوا تھا پھر ہجوم کو ”چھانٹتے اس کی طرف بڑھتے ہی اسے آواز لگائی تو وہ چونک گئی۔“

تم! تم یہاں کیا کر رہے ہو! ”اس نے پوچھا۔“

”بہر حال یہ سوال تو مجھے تم سے پوچھنا چاہیے؟“

وہ اس سے چند قدم کے فاصلے پر کھڑا اس سے پوچھ رہا تھا۔
visit for more novels:
www.urdu-novelbank.com

کیا مطلب؟“ اس نے نا سمجھی کا مظاہرہ کیا۔“

مطلب یہ کہ کسی کو بتائے بغیر تم اس طرح کہاں جا رہی ہو؟ ”اس نے“

مسکراہٹ دبائے کہا تو زارا نے اپنی نظریں جھکا لیں۔ اسے معلوم تھا کہ اگر وہ بتا کر

جائے گی تو وہ لوگ اسے کہیں جانے نہیں دیں گے۔ اس لیے ان کی غیر موجودگی میں

وہ گھر سے نکل آئی تھی۔ اس نے سوچا تھا کہ وہ یہاں سے سیدھا اپنی دوست کے گھر جائے گی اور کچھ دن وہاں رک کر اپنا مستقل ٹھکانہ ڈھونڈے گی لیکن چوکیدار سے پتا چلا تھا کہ وہ کسی رشتے دار کی شادی کے سلسلے میں شہر سے باہر ہیں۔

”کیا مجھے بتایا چاہیے تھا؟“ اس نے نظر چڑاتے ہوئے کہا۔

”ہاں بالکل! کیا ہم بات کر سکتے ہیں؟“

وہ دونوں اس بھیڑ سے نکل کر اب سڑک کے کنارے چلے آئے تھے۔

”کیا بات کرنی ہے تمہیں؟“ اسے سائے کی طرح ساتھ چلتا دیکھ کر وہ جھنجھلا گئی۔

سچ معلوم ہونے کے باوجود اس نے وہاں رکنا مناسب نہیں سمجھا کیوں کہ وہ زبیر سے اچھی طرح واقف تھی۔ وہ اپنی وجہ سے اپنوں کو کسی بھی پریشانی میں مبتلا نہیں کرنا چاہتی تھی۔

”کہاں جا رہی ہو؟“ اس نے پوچھا۔

اپنی دوست کے گھر ”! وہ نظریں جھکائے آہستگی سے بولی ۔“

چلو! میں تمہیں ڈراپ کر دیتا ہوں۔ اسی بہانے میری اُن سے ملاقات بھی ہو جائے گی۔ "وہ کہتے ہی آگے بڑھ گیا پر وہ اپنی جگہ سے نہ ہلی تو اس نے اسے آواز لگائی۔

تم وہاں کیوں کھڑی ہو۔ اب دیر نہیں ہو رہی تمہیں؟“ زیان نے اسے بلایا تو غصے میں آگئی۔

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

“ آخر تم میرا پیچھا کیوں کر رہے ہو؟ ”

وہ اسے باور کرنا چاہ رہی تھی کہ اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔

”میں تمہارا پیچھا نہیں کر رہا، بس تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں۔“

اس پاگل لڑکی کو دیکھ کر وہ حیران ہوا تھا جیسے سامنے کھڑی اُس لڑکی کی بے وقوفی پر افسوس کر رہا ہو۔

”تمہیں میری مدد کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، میں خود ہی چلی جاؤں گی۔“

وہ یہاں ضبط کیے کھڑی تھی مزید کچھ دیر یہاں رکتی تو اس کا ضبط ٹوٹ جاتا، وہ رو پڑتی اور خود کو کمزور نہیں کرنا چاہتی تھی۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

!اور کتنے جھوٹ بولو گی زارا عباس

”آخر تم یہ مان کیوں نہیں لیتی کہ جھوٹ بول بول کر تم تھک گئی ہو؟“

اس نے زیان کی لفظوں پر غور کیا تو اس کے بڑھتے قدم یکدم تھم گئے۔ وہ کیسے جانتا تھا کہ وہ زارا عباس ہے۔ اسے لگا اسے سننے میں کوئی غلطی ہوئی ہے۔

”کیا کہا تم نے؟“ اس نے تصدیق کے لیے پوچھا۔

یوں بُت بنی کھڑی رہنے سے کچھ نہیں ہوگا مجھے جواب چاہیے۔ تمہیں کیا لگا تم ہم ”سب سے چھپاؤں گی تو ہمیں کچھ پتا نہیں چلے گا۔

چلو مان لیا دوسروں سے جھوٹ بولنا تمہارے لیے بہت آسان ہے مگر کیا تم خود سے جھوٹ بول کر نہیں تھکتی؟

visit for more novels:

www.urduromelbank.com

وہ اسے چُپ دیکھ کر بلند آواز میں بولا۔ اس کی بے وقوفی پر اسے بہت غصہ آ رہا تھا۔

”تو اور کیا کرتی میں؟ بتاؤ کیا کرتی میں۔ تنگ آچکی ہوں سب کے سامنے جھوٹا ناٹک کر کے۔ تم سب بھی تو مجھے تنہا چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ بابا بھی چلے گئے۔

کون تھا میرا اپنا جس کے ساتھ میں اپنی تکلیف، اپنا غم بانٹتی۔ ”وہ غصے سے چیخ رہی تھی اور وہاں سے گزرتے لوگ ان دونوں کو مڑ مڑ کے دیکھ رہے تھے۔

زارا! میری بات سنو! ”اسے اس حالت میں دیکھ کر اس نے اسے چپ کروانا چاہا۔“

”چھوڑو مجھے! تم لوگوں نے تو کبھی یہ جاننے کی کوشش ہی نہیں کی کہ میں یہاں زندہ بھی ہوں یا مر گئی۔“ وہ بولتے بولتے وہیں سرک پر بیٹھ گئی تھی۔ آنسو اس کے رخسار کو تر کر رہے تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ ابھی بہت بڑی مسافت طے کر آئی ہوں۔ آنکھوں میں درد ہی درد تھا۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

وہ اپنے سامنے کھڑی اس نازک سی لڑکی کو اس حال میں دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ وہ کیا کچھ دل میں چھپائے اکیلے ہی غم سہہ رہی تھی۔ اُسے شکایت تھی کہ وہ کیوں نہیں آیا اور ہونی بھی چاہیے وہ لوگ اس سے ملنے نہیں آ سکے تھے۔

زارا! پلیز زارا چپ ہو جاؤ۔ مجھے معاف کر دو اور گھر چلو، تمہیں جو بھی شکایتیں ہیں گھر"
چل کے کرنا یہاں لوگ دیکھ رہے ہیں۔ ماما تمہارا انتظار کر رہی ہیں۔ وہ بہت پریشان
ہیں۔ پلیز چلو!" وہ اسے وہاں سے اٹھا کر اسے اپنے ساتھ چلنے کو کہہ رہا تھا۔

حلیمہ خاتون کا سنتے ہی اسے ناچاہتے ہوئے بھی اس کے ساتھ آنا پڑا۔ وہ زیان کے
ساتھ گھر پہنچی تو اسے دیکھ کر حلیمہ خاتون اسے گلے لگائے روتی رہیں۔ اس سے بے خبر
رہنے کی معافیاں مانگتی رہیں۔ زارا نے پہلے ہی انہیں معاف کر دیا تھا۔ انہیں دیکھ کر زارا
نے سوچ لیا تھا کہ وہ پچھلی باتوں کو یاد کر کے اپنوں کے ساتھ زیادتی نہیں کرے گی بلکہ
visit for more novels:
www.urdu-novel-bank.com
وہ اب زندگی میں آگے بڑھنا چاہتی تھی۔

★★★★★

زارا کے ساتھ جو کچھ بھی ہوا تھا اس سے وہ واقف تھیں اور کہیں نہ کہیں اس کی اس حالت کی ذمہ دار وہ خود کو سمجھ رہی تھیں۔ اگر وہ ندا پر آنکھیں بند کر کے بھروسہ کرنے کی بجائے زارا سے خود ہی بات کرنے کو ترجیح دیتیں تو شاید آج یہ سب نہ ہوا ہوتا۔

انھیں اب سمجھ آرہی تھی کہ اصرار کے باوجود زارا ان سے فون پر بات کرنے کے لیے راضی کیوں نہیں ہوتی تھی کیوں کہ ندا خاتون نے کبھی اسے بتایا ہی نہیں تھا۔ وہ وقت کو پیچھے نہیں موڑ سکتی تھیں لیکن اب جب زارا ان کے پاس تھی تو وہ چاہتی تھیں کہ وہ ان کے دامن کو پھولوں سے بھر دیں اور اس کے ساتھ خوشگوار یادیں بنائیں تاکہ اس کے لیے ماضی کو بھولنا آسان ہو جائے بس اسی لیے انھوں نے سوچا تھا کہ وہ اسے کہیں باہر گھومنے لے جائیں گی تاکہ تازہ اور کھلی فضا میں اس کے اندر کی بے چینی کم ہو سکے اور ماحول میں تبدیلی ہو تو وہ بہتر محسوس کر سکے۔ انھوں نے زیان کو گھر جلدی آنے کو کہہ دیا تھا۔

گھر سے نکلنے سے پہلے وہ کچھ سامان گاڑی میں رکھوانے کے بعد زیان کا انتظار کر رہی تھیں۔ تب بھی زارا ان کے ساتھ ساتھ تھی۔

چلیں لیڈرز!! اگر مزید دیر کی تو ہم ٹریفک میں پھنس جائیں گے۔ "تبھی عجلت میں"

سیڑھیاں اترتا وہ ریسٹ وایج کلائی میں باندھتے ہوئے بولا تو زارا نے اس کی اور دیکھا۔ اس نے بیلو جینز بلیک ٹی شرٹ کے اوپر جیکٹ پہن رکھی تھی اور اب باہر جانے کے لیے تیار نظر آ رہا تھا۔ وہ آتے ہی تیار ہونے چلا گیا تھا تب سے وہ دونوں بیٹھی اس کا ہی انتظار کر رہی تھیں۔

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

”ہم تو کب سے تیار بیٹھے ہیں۔ تم نے ہی تیار ہونے میں دیر لگا دی۔“

حلیمہ خاتون نے بیٹے کی تیاری دیکھ کر شرارتی انداز میں کہا۔ انھیں بیٹے کی اس عادت سے چڑ تھی وہ لڑکیوں کی طرح تیار ہونے میں بہت وقت لگاتا تھا۔

”مما“! وہ خفیف سا ہو کر بولا۔

اب چلو بھی ”! انھوں نے اس کا چہرہ دیکھ کر محفوظ ہوتے ہوئے کہا۔“

وہاں پہنچ کر وہ دونوں بیٹھیں قدرت کے مناظر سے لطف اندوز ہو رہی تھیں۔ شام کا وقت تھا اور بہت سے افراد وہاں اپنی فیملی سمیت جمع تھے۔ زیان کار پارک کر کے اندر آیا تو ان دونوں کو آپس میں بات کرتا دیکھ کر مسکراہٹ اس کے چہرے پر پھیل گئی۔

ہیلو۔۔ لیڈیز! آپ تو میرے بغیر ہی انجوائے کر رہی ہیں ویسے یہ جگہ کتنی خوبصورت ”
ہے نا؟“

اس نے انھیں مخاطب کر کے کہا۔ وہ بچپن میں بابا کے ساتھ یہاں آیا کرتا تھا اور آج اتنے سالوں بعد یہاں بہت سی چیزیں مختلف ہو گئی تھیں۔

شام ہونے کی وجہ سے وہاں ستاروں کے مانند جگمگاتے فانوس لگے تھے، جس سے پورے پارک کا منظر واضح دکھائی دے رہا تھا جیسے دن کے اُجالے میں نظر آتا تھا۔

وہ بیٹھے لوگوں کو مزے کرتے دیکھتے اور پرانی یادیں تازہ کرتے انھیں وقت کا پتا ہی نہیں چلا۔

جب وہ لوگ واپسی کے لیے وہاں سے نکلے تو رات ہو گئی تھی۔ وہ راستے میں ہی تھے کہ اچانک ایک تیز رفتا گاڑی سامنے سے آتی دکھائی دی اور زیان کے زیان لگانے کے باوجود بھی کار کو ٹکر لگ گئی تھی۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھ پاتے۔ مقابل گاڑی سے کوئی دروازہ کھول کر باہر نکلا اور نکلتے ہیں چیخ و پکار کرنے لگا۔ زیان نے ان دونوں کو گاڑی میں ہی رکنے کا کہا اور خود بھی باہر نکل آیا۔ اندھیرے کے باعث وہ مقابل کا چہرہ نہیں دیکھ پایا تھا۔

دیکھتا نہیں ہے کیا؟ اندھوں کی طرح گاڑی چلا رہے ہو ”! اس نے زیان کو سامنے دیکھ کر اس کا کالر پکڑ کے بہت بدتمیزی سے کہا۔

”یہ کیا بد تمیزی ہے۔ چھوڑیں مجھے! غلطی سراسر آپ کی ہے جناب! یہ ون وے“

ہے اور آپ غلط راستے میں گھس آئے ہیں۔“ مقابل کا یہ رویہ قابل مذمت تھا۔ زیان نے خود کو چھڑاتے ہوئے باور نہ انداز میں اسے اپنی غلطی کا احساس کروانا چاہا۔

زیان اس شخص کی حرکت پر خوب حیران ہوا تھا۔ غلط رستے میں گھس آنے کے باوجود وہ شخص اس پر ہی چلا رہا تھا۔ اندھیرے کی وجہ سے اس کا چہرہ واضح نظر نہیں آ رہا تھا لیکن اس کی چال سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اس نے ڈنک کر رکھی ہے۔

”کیا بکو اس کر رہے ہو۔ یو اڈیٹ..... تم جیسے بہت دیکھے ہیں میں نے۔ میرا جو بھی نقصان ہوا ہے اس کی بھرپائی کرو ورنہ تمہیں پولیس بلواؤں گا۔“ وہ ایک مرتبہ پھر سے اس کے گریبان کو اپنی گرفت میں لیتے ہوئے بولا تو فضا میں عجیب سی بو پھیلی۔

دور رہ کر بات کرو اور اپنی گاڑی سائیڈ لگاؤ۔ غلطی تمہاری ہے۔ تم کال کرو میں بھی ”

دیکھتا ہوں پولیس کسے پکڑتی ہے۔ ” زبان اس کا ہاتھ جھٹک کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا شور

سن کر زارا اور حلیمہ خاتون کار سے نکل گئیں۔

”کیا ہوا ہے زیان؟“ وہ بیٹے کی طرف فکر مندی سے بڑھیں۔

”کچھ نہیں ماما! اس نے ڈنک کر رکھی ہے۔ آپ دونوں اندر بیٹھیں، میں آتا ہوں۔“

زیان نے انھیں تسلی دی۔ مقابل کسی کو فون ملا رہا تھا۔

زیان کو اس آدمی کی آواز جانی پہچانی سی لگی اس نے موبائل نکال کر ٹارچ آن کیا اور جیسے ہی ٹارچ کی روشنی میں اس کا چہرہ دیکھا اس کا غصہ بڑھ گیا وہیں کچھ فاصلے پر کھڑی زارا کے چہرے کا رنگ پل میں اُڑا گیا تھا۔ وہ یقیناً اسے ڈھونڈتے ہوئے یہاں آیا تھا۔ اس کی داڑھی بڑھی ہوئی تھی، بال بکھرے تھے، آستین کے کف کھلے تھے اور وہ پہلے سے قدرے مختلف لگ رہا تھا۔

زبیر!..... زیان نے سرگوشی کی۔ ”

”مما آپ دونوں کار میں بیٹھیں! اس سے میں بات کر رہا ہوں۔“ زیان نے زبیر کو دیکھ کر حلیمہ خاتون سے کہا۔ اس سے پہلے وہ اسے لے کر کار میں بیٹھتیں۔

زارا.... تت تم کہاں چلی گئی تھی؟ ”زبیر زارا کو دیکھ کر وہیں سے چلایا اور دوڑتے ہوئے اس کی جانب بڑھا۔

زارا.... تم کہاں چلی گئی تھی مجھے چھوڑ کر۔ میں نے تمہیں کہاں کہاں نہیں ڈھونڈا۔ ”

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

”بولو! کیوں چلی گئی تھی؟

وہ بے یقینی کی کیفیت میں گھرا اس کا ہاتھ تھامے کسی دیوانے کی طرح پوچھ رہا تھا۔

البتہ زارا یکدم خوف زدہ ہو گئی تھی۔ جو بات اسے اتنے دنوں سے کسی آسیب کی طرح ڈرا رہی تھی آج وہ اس کے سامنے آکھڑا ہوا تھا۔

Visit For More Novels : www.urdu-novelbank.com Page 255
E-mail pdfnovelbank@gmail.com WhatsApp [03061756508](https://wa.me/03061756508)

”زارا میری بیوی ہے۔ سمجھے تم اسے میرے ساتھ جانے سے کوئی نہیں روک سکتا۔“

زبیر غیظ و غضب میں ایک بار پھر سے چیختا ہوا اٹھا اور اس سے پہلے وہ زارا تک پہنچتا
زیان ان دونوں کی درمیان آکھڑا ہوا۔

”مما آپ زارا کو لے کر گاڑی میں بیٹھیں۔“ اس کے کہتے ہی وہ زارا کو اپنے ساتھ
لیے کار میں بیٹھ گئی تھیں اور وہ زبیر کی دھمکی کو نظر انداز کرتا ان دونوں کو گھر لے آیا تھا
لیکن کوشش کے باوجود وہ تینوں رات بھر سو نہیں پائے تھے۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

★★★★★

صبح نماز کے بعد ان کی آنکھ لگی تھی۔ زارا حلیمہ خاتون کے پاس ہی سو گئی تھی۔ تقریباً
گیارہ بجے جب وہ دونوں اٹھیں تو زیان نے فہمیدہ خاتون کو ناشتہ لگانے کا کہا مگر ناشتے کی

ٹیبل پر بھی ان دونوں کو کچھ نہ کھاتا دیکھ کر زیان چُپ نہ رہ سکا اور ان دونوں کو مخاطب کیا۔

”اکیا ہوا ممّا! زارا

کیا آپ دونوں مجھے بھوکا مارنا چاہتی ہیں؟"

کل رات سے میں نے کچھ بھی نہیں کھایا۔ اگر کچھ دیر مزید بھوکا رہا تو میں نے چکرا کر گر جانا ہے۔

اُس نے بے چاگی سے منہ بناتے ہوئے ماحول کو خوشگوار بنانے کی کوشش کی اور ان دونوں کا دھیان بھٹکانا چاہتا تھا۔

اس کے اس انداز پر وہ دونوں بے ساختہ مسکرائی تھیں۔ واقعی اُس نے کل سے کچھ نہیں کھایا تھا۔

زارا پچھلے کچھ ہی عرصے میں یہ بات جان گئی تھی کہ اسے بھوک بالکل بھی برداشت نہیں ہوتی تھی۔ ناشتے کے فوراً بعد وہ اپنے کسی دوست سے ملنے چلا گیا اور دونوں پھوپھی بھتیجی لاؤنج میں چلی آئیں۔ حلیمہ خاتون نے اخبار کو ہاتھ ہی لگایا کہ مالی بابا لاؤنج میں داخل ہوئے۔

بی بی جی۔ آپ سے ملنے کوئی آیا ہے۔ ”انھوں نے بتایا۔“

”کون ہے ابراہیم بھائی۔“ انھوں نے اخبار واپس سے میز پر رکھتے ہوئے پوچھا۔

”کوئی عورت ہے اور اس کے بچے ہیں۔ خود کو آپ کی جاننے والی بتاتی ہے۔“

انھوں نے بتایا۔

آپ انھیں اندر لے آئیں۔ ”ان کے کہتے ہی وہ اثبات میں سر ہلاتے وہیں سے
واپس لوٹ گئے۔“

پھوپھو جان کون آیا ہے؟“ زارا نے استفسار کیا۔

پتا نہیں بیٹا! شاید ملک صاحب کے کزن ہوں۔ انھوں نے فون کر کے بتایا تھا وہ ”
لوگ آج آنے والی ہیں۔“ ملک صاحب کچھ دنوں کے لیے اپنے بزنس کے کچھ معاملات
کو طے کرنے کے لیے امریکہ گئے ہوئے تھے۔

تم ٹھیک ہو اگر تمہیں آرام کرنا ہے تو اپنے کمرے میں چلی جاؤ۔ ”ان کے پوچھنے پر“

اس نے اپنے ٹھیک ہونے کا بتایا۔ وہ ان کے ساتھ ہی بات کرنا چاہتی تھی خود کو لوگوں

میں مصروف رکھنا چاہتی تھی اس لیے وہیں بیٹھی رہی۔ چند منٹ بعد مالی بابا کے ہمراہ

لاؤنج میں ندا خاتون داخل ہوئیں ان کے ساتھ لائبہ اور ظفر بھی آئے تھے۔

visit for more novels:

www.urdu-novel-bank.com

ندا خاتون بہن کی ناراضی کو ذہن میں رکھتے ہوئے یہاں معافی مانگنے کے ارادے سے آئی تھیں۔ حلیمہ خاتون نے آج انھیں پہلے کی طرح گرم جوشی سے گلے نہیں لگایا تھا بلکہ بس سلام کا جواب دیا تھا جبکہ زارا اتنے دنوں بعد لائبہ اور ظفر کو دیکھ کر بہت خوش تھی۔

حلیمہ خاتون اُن سے ناراض ہونے کے باوجود بہن کی آمد پر بے رُخی دکھانے کی بجائے ایک میزبان ہونے کا فرض ادا کیا تھا۔

زیان جب لوٹا تو انھیں اپنے گھر میں دیکھ کر حیران ہوا تھا لیکن اپنی ماں کی خاموشی اور زارا کو مطمئن دیکھ کے اس نے بھی خاموش رہنے کو ترجیح دی۔ لائبرہ اور ظفر کے ساتھ ادھر ادھر کی بات کی اور پھر اٹھ کے اپنے کمرے میں چلا گیا۔

آج رات وہ ملک ہاوس میں ٹھہرنے والی تھیں۔ ندا خاتون یہاں اپنی مہن کی ناراضی دُور کرنے اور زارا سے بھی اپنے کیے کی معافی مانگنے آئی تھیں۔ انھوں نے زارا کے گھر کے کاغذات اس کے حوالے کر دیے تھے اور وہ عائشہ کی شادی کے بعد اپنے گھر میں شفٹ ہونے والی تھیں۔ انھیں اپنی غلطی کا بہت دیر سے احساس ہوا تھا وہ اس غلطی کو بدل تو نہیں سکتی تھیں لیکن اس کی معافی مانگ کر اپنی غلطی کا ازالہ کرنا چاہتی تھیں۔

”میں آ جاؤں؟“ ڈنر کے بعد حلیمہ خاتون سونے کی تیاری کر رہی تھیں تبھی ندا خاتون نے دروازے پر دستک دی۔

انھوں نے اجازت دے دی تو ندا خاتون اندر چلی آئیں۔ کچھ دیر ان دونوں کے درمیان خاموشی حائل رہی پھر انھوں نے بولنا شروع کیا۔

آپ کو مجھ پر غصہ ہے میں جانتی ہوں اور میری غلطی معافی کے لائق بھی نہیں ”

ہے آپا! لیکن پھر بھی آپ مجھ سے یوں ناراض مت رہیں۔ خدا کے لیے مجھے معاف کر

دیں۔

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

مجھے تم سے یہ اُمید نہیں تھی ندا! کہ تم اس حد تک گر جاؤ گی کہ اپنے اس بھائی کی " بیٹی کے ساتھ ظلم کرو گی جس نے ہمیشہ تمہاری خواہشوں کا احترام کیا۔ تم سے چھوٹے ہونے کے باوجود بھی اس نے اپنی ہر خواہش کو تم پر قربان کر دی کیوں کہ اسے تم عزیز تھی۔ تم اپنی خود غرضی میں سب کچھ بھول گئی۔ اس کی سب سے پیاری چیز کو

ایک ایسے انسان کے حوالے کر دیا جو نشی اور دماغی طور پر بیمار ہے۔ تم یہ بھی بھول گئی کہ مکافات عمل نام کی بھی کوئی چیز ہے اگر کل کو یہ سب تمہاری اپنی بیٹی کے ساتھ “ ہو تو کیا تم برداشت کر لو گی؟

ندا خاتون جو کب سے نظریں جھکائے اپنی بہن کی باتیں سن رہی تھیں اس طرح کہنے پر تڑپ اٹھیں۔

” بے فکر رہو ندا! میں تمہیں کوئی بد دُعا نہیں دے رہی۔ جس طرح میں زارا مجھے عزیز ہے اُسی طرح عائشہ اور لائبہ دونوں ہی میری بچیاں ہیں۔ اسلئے کمرے کہ کبھی تمہارے کیے کی سزا انہیں ملے اور انہیں اس تکلیف سے گزرنا پڑے جس طرح زارا کو گزرنا پڑا!! لیکن وقت نکال کر سوچنا ضرور

کہتے کہتے ان کی سانس بھول گئی تھی۔ ندا خاتون نے اپنی بہن کی طرف دیکھا وہ سچ ہی کہہ رہی تھیں۔ ان کا خون سفید ہو گیا تھا۔ لالچ نے ان کی عقل پر پتھر رکھ دیا تھا انہوں نے

”مجھے احساس ہو گیا ہے آپ! آپ مجھے معاف کر دیں میں اپنی غلطی سدھارنا چاہتی ہوں۔“

انہوں نے نم لہجے میں کہا تو حلیمہ خاتون انہیں اس شرط پر معاف کرنے پر تیار ہو گئیں کہ اگر زارا انہیں معاف کر دے گی تو وہ بھی انہیں معاف کر دیں گی کیوں کہ اصل زیادتی اس کے ساتھ ہوئی تھی۔ جانے سے پہلے انہوں نے زارا سے اپنے کیے کی معافی مانگ لی تھی اور زارا نے اپنی طبیعت کے پیشِ نظر فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں معاف بھی کر دیا تھا۔

★★★★★

”کہاں تمھے تم، صبح سے کوئی اتا پتا نہیں۔ موبائل بھی بند جا رہا تھا تمہارا؟“

وہ صبح سے گھر سے نکلا رات کے اس وقت گھر آیا تھا۔ وہ بیٹے کے لیے فکر مند تھیں اسے دیکھتے ہی پوچھا۔

اپنے ایک دوست کے پاس گیا ہوا زارا کی خلع کے سلسلے میں۔ بس اسی میں دیر ہو گئی ”! اس نے بتایا۔“

ہاں تو کیا ہوا پھر؟“ انھوں نے استفسار کیا۔“

وہ کہتا ہے کچھ وقت لگے گا لیکن فیصلہ زارا کے حق میں ہی آئے گا۔ ”وہ انھیں بتانے لگا۔“

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

تم نے اس بارے میں زارا سے دوبارہ بات کی؟“ انھوں نے ذہن میں آنے والے سوال کے پیش نظر پوچھا۔ وہ زارا سے اس بارے میں بات کر چکی تھی اور اس نے اس کا فیصلہ ان پر چھوڑ دیا تھا۔

وہ کافی پریشان اور اُلجھی ہوئی ہے مگر لیکن ہم اُسے اس آدمی کے ساتھ تو نہیں چھوڑ سکتے نا۔ وہ بدلنے والوں میں سے نہیں ہے اگر اُس شخص کو بدلنا ہوتا تو کب کا بدل چکا ہوتا۔ ”وہ جس ملک میں رہ کر آیا تھا وہاں اس قسم کی ڈومیسٹک وائلنس کے خلاف سخت ایکشن لیا جاتا تھا۔

پاکستان میں بھی اس کی سزا متعین ہے لیکن بہت سے لوگ اب بھی اسے میاں بیوی کا آپسی معاملہ کہہ کر ٹال دیتے ہیں۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

اس میں کوئی ایک برائی تو نہیں.... نشہ کرتا ہے، عورت پر ہاتھ اٹھاتا ہے اور کسی کو ایک بار نشہ کی لت لگ جائے بہت کم ہی ہوتے ہیں جو اس سے چھٹکارہ حاصل کر پاتے ہیں۔ عورت پر ہاتھ اٹھانا بزدل اور گھٹیا مردوں کی نشانی ہے، اوپر سے اُسے شک

کی لاعلاج بیماری ہے۔ میرا تو یہ سوچ کر ہی کلیجہ کٹ سا جاتا ہے کہ میری بچی نے یہ ”سب کیسے برداشت کیا ہوگا۔“

ان کی آنکھیں ایک بار پھر سے نم ہو گئی تھیں۔ انھیں لگا تھا اتنے سالوں سے وہ ہی آزمائش میں مبتلا تھیں ان کی فیملی نے دکھ جھیلے تھے لیکن زارا کی ساتھ ہوئی خونی رشتوں کی زیادتی نے انھیں غم زدہ کر دیا تھا۔

”ما... سنبھالیں خود کو! اگر آپ یوں ہمت ہار جائیں گی تو زارا کو کون سنبھالے گا۔ اسے“

”آگے بہت کچھ فیس کرنا ہے۔ اُسے آپ کی محبت اور ساتھ کی ضرورت ہے۔“

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

وہ دونوں اس بات سے بے خبر تھے لیکن کہیں نہ کہیں دونوں ماں بیٹے زارا کی اس حالت کا ذمہ دار خود کو سمجھتے تھے۔

رات کے کھانے کے بعد زیان سیدھا ٹیرس پر آگیا۔ اوپر آنے سے پہلے وہ فہمیدہ خاتون کو چائے کے لیے کہہ چکا تھا۔ یوں ٹیرس پر آنا کم ہی ہوتا تھا مگر اس وقت اُسے ٹھنڈی ہوا

آسود بیٹا! آپ کی چائے۔ "اس نے مڑ کر انھیں دیکھا اور آگے بڑھ کر ان کے ہاتھ سے کپ لیتے ہوئے ان کا شکریہ ادا کیا۔

سوری اتنی رات گئے میں نے آپ کو پریشان کر دیا۔ ”وہ معذرت خواہانہ انداز میں

بولی۔

یہ کیا بات ہوئی بیٹا! ماں کبھی اپنے بچوں کے کام کرتی تھکتی ہے "اُس کے اس" طرح کہنے پر وہ بُرا مان گئی تھیں اور یہ سچ تھا انھوں نے زبان کو کبھی اپنی اولاد سے کم نہیں سمجھا تھا۔ انھوں نے ایک ماں کی طرح ہی اس کا خیال رکھا تھا۔

بہت شکریہ آئی! آپ ہمیشہ مجھے لاجواب کر دیتی ہیں۔ اب آپ سو جائیں! رات بہت ہو گئی ہے۔ میں بھی کچھ دیر میں سو جاؤں گا۔ شب بخیر!“ اس نے ان کا شکریہ ادا کیا اور چالے کی کپ اپنے ہونٹوں سے لگالی۔

جب بھی اسے کسی قسم کی پریشانی ہوتی وہ تنہائی میں بیٹھ کر اس کا حل ڈھونڈتا تھا لیکن آج باوجود کوشش کے اسے کوئی جواب نہیں مل رہا تھا اور اس کی بے چینی بڑھتی چلی جا رہی تھی۔

آسمان پر پورا چاند ہر طرف اپنی روشنی بکھیر رہا تھا کچھ دیر یونہی کھڑا رہنے کے بعد اس نے اپنے دوست کو کال ملائی۔ اس سے بات کر کے کچھ ہلکا پھلکا ہوا تو وہ یہ سوچ کر نیچے چلا آیا کہ اب سارے مسئلے حل ہو جائیں گے۔ اُسے خلع کے کاغذات کا انتظار تھا مگر اُس کے بعد آنے والی پریشانیوں سے وہ زارا کو کیسے بچائے گا ایسے بہت سے سوالات تھے جس سے وہ چھٹکارہ حاصل نہیں کر رہا تھا۔



زارا کچن میں چائے بنا رہی تھی جب زیان پانی پینے کے لیے کچن میں داخل ہوا۔ اُسے دیکھ کر سلام کرتے وہ فریج سے جھک کر پانی کا بوتل نکالنے لگا۔

زارا اس کے چہرے پر پریشانی دیکھ سکتی تھی۔ ایک گہرا سانس بھرتے اس آہستہ سے سلام کا جواب دیا اور کپوں میں چائے نکالنے لگی۔ پانی کی گلاس واپس رکھتے ہوئے اُس کی خاموشی کا نوٹس لیتے اس نے خود ہی اس کا حال و احوال جاننا چاہا اور ساتھ حلیمہ خاتون کے متعلق پوچھا۔

”کیسی ہو؟ ماما اُٹھ گئی ہیں؟“

”میں ٹھیک ہوں اور پھوپھو جان اپنے کمرے میں ہیں۔“

اُسے زارا سے لاہور میں ہوئی پہلی ملاقات یاد آئی اس کا چڑ جانا، لڑنا اور اسے دیکھتے ہی خوف کھانا ہر چیز جیسے اس کی آنکھوں کے سامنے کسی فلم کی طرح چلتی محسوس ہوئی۔

”کیا زارا زبیر کو پسند کرتی ہے؟“ اس نے سوچا پھر خود ہی اس کی نفی کر دی کیوں کہ ”اگر اس کے دل میں زبیر کے لیے کوئی خاص جذبات ہوتے تو وہ اُس سے خلع لینے کے لیے تیار نہیں ہوتی۔“

اور زبیر جیسا شخص تو بالکل بھی اُس کے لائق نہیں ہے۔ اُس انسان کو تو سلاخوں کے ”پتھے ہونا چاہیے۔“

اس نے اپنی سوچ کے گھوڑے دوڑائے اور دل ہی دل میں سوچا۔

”تمہیں چائے پینی ہے؟“

اچانک سے پوچھے جانے پر اُس کی سوچ کے بے لگام گھوڑے رُک گئے۔

وہ جو دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا محو سوچ تھا سیدھا کھڑا ہو گیا سر کو جنبش دے کر زارا کے ہاتھ سے چائے کی کپ تھام لی۔ زارا ٹرے لیے کمرے کی جانب بڑھ گئی جہاں حلیمہ خاتون اس کا انتظار کر رہی تھیں۔

★★★★★

جیسے ہی خلع کے کاغذات تیار ہو کر آئے زارا نے کسی بھی قسم کے تاثرات ظاہر کیے بغیر ہی خاموشی سے اس پر دستخط کر دیے۔

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

پل میں اس کی دنیا بدل گئی تھی وہ ایک شادی شدہ لڑکی سے طلاق یافتہ بن گئی تھی۔ اسے لوگوں کی عجیب نظروں اور طرح طرح کی سوالوں کا سامنا کرنا پڑتا کیوں کہ قصور کسی کا بھی ہو دنیا عورت کو ہی غلط کہتی ہے۔

Visit For More Novels : www.urdunovelbank.com Page 274
E-mail pdfnovelbank@gmail.com WhatsApp [03061756508](https://wa.me/03061756508)

پورے چار ماہ بعد وہ کراچی واپس لوٹنے والا تھا اور اُس نے جیسے ہی اپنے آنے کی خبر حلیمہ خاتون کو دی وہ خوشی سے کھل اُٹھی تھیں لیکن اس نے انھیں نہیں بتایا تھا کہ وہ آج ہی پہنچنے والا ہے۔

اسے اپنے پہلے کیس میں ہی بڑی زبردست کامیابی ملی تھی اُس کے بعد بھی وہ چند کیسز لڑ چکا تھا۔ وہ پہلے ہی کراچی لوٹ جاتا مگر وہ زارا کی عدت پوری ہونے کا انتظار کر رہا تھا کیونکہ وہ اس سے مل کر بات کرنا چاہتا تھا۔

زارا اپنے کمرے میں بیٹھی کتاب کا مطالعہ کر رہی تھی جب حلیمہ خاتون نے دروازے پر دستک دی۔

زارا نے انھیں دیکھ کر ہاتھ میں پکڑی کتاب سامنے میز پر رکھ دی۔

!! السلام علیکم... چھو پھو جان

میں اب بالکل ٹھیک ہوں بس کل ذرا سر میں درد تھا اس لیے آرام کر رہی تھی اور"

صبح بھی میری آنکھ زرا دیر سے کھلی ، فہمیدہ کہہ رہی تھی کہ تم مجھ سے ملنے میرے

"کمرے میں آئی تھی ؟

www.urduovelbank.com

انھوں نے کہا تو وہ بس خاموشی سے سر ہلا کر رہ گئی۔

شام میں وہ اسے شاپنگ پر لے کر گئی تھیں اور وہاں حلیمہ خاتون کے اصرار کرنے پر زارا کو مجبوراً دو چار ڈریس اپنے لیے لینے پڑے تھے۔

دو تین گھنٹے لگے تب جا کے وہ دونوں بہت سی چیزیں لینے میں کامیاب ہوئی تھیں۔

گھر پہنچ کر وہ دونوں باتیں کرتیں راہ داری سے چلتیں لاؤنج میں داخل ہوئیں تو سامنے زیان کو دیکھ کر حیران رہ گئیں وہ صوفے پر ایک ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے مسکراتے ہوئے ملک صاحب سے بات کر رہا تھا۔

”!لو یہ دونوں بھی آگئیں“
visit for more novels:
www.urduovelbank.com

ملک صاحب کی ان پر نظر پڑی تو انھوں نے کہا۔ زیان بھی انھیں دیکھ کر مسکرانے لگا پھر اٹھ کر سلام کرتا حلیمہ خاتون کے گلے لگ گیا۔

کیسی ہیں ماما؟“ اس نے ان سے الگ ہوتے ہی پوچھا۔

”میں تو بالکل ٹھیک ہوں زیان! لیکن تم تو کل آنے والے تھے نا؟“

اسے یہاں اچانک دیکھ کر انھیں خوشی ہوئی تھی اور وہ حیران بھی تھیں کیوں کہ اس نے انھیں نہیں بتایا تھا کہ وہ آج ہی آجائے گا۔

”میں آپ کو سرپرائز دینا چاہتا تھا ماما! کیا آپ کو اچھا نہیں لگا؟“ اس نے الٹا استفسار کیا۔ ماں کے پوچھنے پر اس کا پہلی والی ساری گرم جوشی مانند پڑ گئی تھی۔

”تمہیں یہاں دیکھ کر میں خوش نہیں ہوں گی؟ لیکن تمہیں مجھے بتانا چاہیے تھا میں تمہارے لیے کچھ خاص بناتی۔“ انھوں نے افسردگی سے کہا۔

”کھانا تو ہم آج باہر کھائیں گے، کیوں زارا؟“

اس نے زارا جو مخاطب کیا تو اس نے سر ہلانے پر اکتفا کیا۔

"!ٹھیک ہے میری جان"

حلیہ خاتون اس کے گال تھکتے ہوئے بولیں تو وہ کھل کر مسکرایا۔

”ٹھیک ہوں۔ تم کیسے ہو؟“

”میں بالکل ٹھیک ٹھاک“! اس نے پر مسرت انداز میں بتایا۔

ارے..... میں بھی یہیں کھڑا ہوں۔ تم ماں بیٹے کا میل ملاپ ہو گیا ہو تو کوئی مجھے بھی "

"پوچھ لے۔"

www.urduovelbank.com

ملک صاحب خود کو نظر انداز ہوتا دیکھ انھیں یاد دلانے لگے تو سب کی ہنسی چوٹ گئی۔

ملک ہاؤس کی در و دیوار میں ہنسی گونج رہی تھی ایسا لگتا تھا بہت عرصے بعد اس گھر کی خوشیاں لوٹ آئی تھیں۔



زبان باغیچے میں کھڑا پھولوں کی تراش خراش میں مالی بابا کی مدد کر رہا تھا۔ وہ چلتی ہوئی اس تک آئی اور اس کی جانب چائے کا کپ بڑھاتے ہوئے کہا۔

”تمہاری چائے؟“

”بہت شکریہ! مجھے یوں روز اچھی چائے پلانے کے لیے۔“ اُسے یہاں دیکھ کر وہ ہلکا سا مسکرایا اور اس کے ہاتھ سے چائے کی کپ لیتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کیا اور چائے کی سپ بھرنے لگا۔

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

زارا ”اوہ جانے کے لیے پلٹی تو اس نے اسے پکارا تو اس نے سوالیہ نظروں سے اس کی اور دیکھا۔“

”اگر تمہیں کوئی بھی پریشانی ہے تو مجھ سے مت چھپانا۔ تم بلا جھجھک مجھ سے بات کر سکتی ہو۔“

اس نے زارا کی خاموشی کا نوٹس لیتے ہوئے اُسے اعتماد میں لینے کی کوشش کی۔

”مجھے کوئی پریشانی کیوں ہوگی زیان؟“ وہ اس کے استفسار پر حیران ہوئی۔ وہ زبیر کو یاد نہیں کرنا چاہتی تھی۔ ان دونوں کے درمیان کبھی ایسا کچھ تھا ہی نہیں جسے یاد کیا جاسکے۔

”تم اتنی خاموش کیوں ہو گئی ہو؟“ اس نے چائے کی خالی کپ کو آگے بڑھ کر چار فٹ اونچی دیوار پر رکھا جو وہاں حال ہی میں اٹھائی گئی تھی۔

”مجھے خاموش رہنا اچھا لگتا ہے۔“ اس نے نارمل انداز میں بتایا۔
visit for more novels:
www.urdu-novelbank.com

”پہلے تو تم ایسی نہیں تھی۔ بچپن میں کوئی بمشکل ہی تمہیں چپ کروا سکتا تھا۔ وہ“
”زارا کہیں کھو گئی ہے۔ میں اُسے مس کرتا ہوں۔“

اس نے ماضی میں جھانکتے ہوئے ہنستی مسکراتی زارا کو تصور میں لاتے ہوئے کہا۔

وقت ایک سا نہیں رہتا زبان۔ وہ وقت بہت پیچھے چلا گیا ہے۔ ان سالوں میں ”

بہت کچھ بدل گیا ہے اور شاید میں بھی۔ مجھے کبھی اپنی نظروں سے دور نہ کرنے والے

بابا خود مجھ سے دور ہو گئے ہیں۔“ اس نے اداسی سے کہا تو اس کے لہجے میں بے اداسی

نے زبان کے اندر دھواں سا بھر دیا۔

سوری زارا... میں تمہیں دکھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ”وہ بولتے بولتے رک گیا تاکہ اس کے تاثرات دیکھ سکے۔ پر اس کا چہرہ سیاٹ تھا۔“

”میں خوش ہوں زیان! جو کچھ بھی ہوا میری قسمت میں لکھا تھا اس میں تمہارا یا
”پھوپھو جان کا کوئی قصور نہیں ہے۔ اس لیے تم دونوں سوری نہ کیا کرو مجھ سے۔“

وہ اپنی بات مکمل کر کے جا چکی تھی اور زیان سوچ میں پڑ گیا تھا کہ کیا اسے زارا کو اپنے جذبات کا اظہار کرنا چاہئیں یا مزید انتظار کرنا چاہیے۔

ان کے درمیان پھر کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ وہ اسے وقت دینا چاہتا تھا۔ زارا نے حلیمہ خاتون کے کہنے پر دوبارہ سے پڑھائی شروع کر دی تھی اور زبان اپنے کام میں اتنا مصروف ہو گیا تھا کہ گھر آتے آتے بھی اسے رات ہو جاتی تھی۔

وہ روز ناشتہ کیے بغیر ہی آفس کے لیے نکل جاتا اور رات دیر سے گھر واپس لوٹتا۔ آج اتوار تھا اور اس کی چھٹی تھی اسی لیے ناشتہ کی ٹیبل پر سبھی ایک ساتھ بیٹھے ناشتہ کر رہے تھے۔

”ندا کا فون آیا تھا۔ کل سے عائشہ کی شادی کی تقریبات شروع ہو جائیں گی۔“ کل
رات انھیں ندا خاتون کا فون آیا تھا اور وہ چاہتی تھیں کہ عائشہ کو وہ اپنی دعاؤں کے
ساتھ رخصت کریں۔

”زیان ہوسکے تو کچھ دنوں کے لیے اپنے کام سے چھٹی لے لو۔“ وہ زیان سے مخاطب ہوئیں۔

”لیکن میرا جانا ضروری ہے کیا؟“

وہ جوس کا گلاس خالی کرتے ہوئے بولا۔

” ضروری ہے تبھی کہہ رہی ہوں کچھ دنوں کی چھٹی لے لو تم! اور مجھے کچھ نہیں ”

سننا۔ کل ہم ندا کی طرف چل رہے ہیں۔ اس لیے نو مور ایسکیوزز۔ ” انھوں نے غصے میں کہتے بات ہی ختم کر دی وہ چپ ہو گیا۔

ایسے موقعے بار بار کہاں آتے ہیں۔ چلو مزہ آئے گا۔ ”ملک نواز نیپکن سے ہاتھ پونچھتے ہوئے بولے تو اس نے سر ہلا دیا۔

visit for more novels:

www.urduNovelBank.com

اور تم اپنی روٹیں ٹھیک کرو۔ ”وہ اس کی پچھلے ایک ہفتے کی معمول کو دیکھ کر واقعی پریشان تھیں زیان صبح سویرے گھر سے نکل جاتا اور رات گئے واپس لوٹنا جب سب سو چکے ہوتے۔ نہ ٹھیک سے کھاتا تھا۔ انھوں نے ناراضی سے کہا۔

سوری ماما! مجھے کسی کیس کے سلسلے میں ایسا کرنا پڑا۔ خیر اب سے میں جلدی آیا ”
”کروں گا پرامس ٹھیک ہے۔“

وہ انھیں جانچتی نظروں سے دیکھنے لگا آیا وہ اب بھی ناراض ہیں یا نہیں۔

”چلو اب اپنا کھانا ختم کرو۔“ انھوں نے کہا تو دل نہ چاہتے ہوئے بھی اپنی پلیٹ خالی کرنے لگا کیونکہ انھیں دوبارہ ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا۔

دوسرے دن وہ سب جب وہاں پہنچے تو ان کا کھلے دل سے استقبال کیا گیا۔

زیان اور زارا کو یہاں دیکھ کر لائے اور ظفر کا خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں رہا تھا۔ وہ دونوں ہی

انھیں پسند تھے۔ دوپہر کے کھانے کے بعد سبھی اپنی اپنی تیاریوں میں لگ گئے۔ کوئی

پارلر تو کوئی مارکیٹ جاکر اپنی ضرورت کی اشیاء خرید رہا تھا۔

جب شام ہوئی تو مہمانوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا زارا کی ضد پر عائشہ کا نکاح عباسِ ولا
میں ہو رہا تھا۔ عائشہ خود بھی یہی چاہتی تھی آج عائشہ بھی ان دونوں سے بہت گرم جوشی
سے ملی تھی۔

لان کو رنگ برنگے برقی قمقموں سے سجایا گیا ان کی روشنی میں پورا عباس ویلا جگمگا رہا تھا اور سارے انتظامات نعیم صاحب اور زیان نے اپنی نگرانی میں کروائے تھے ۔

سب کے چہرے خوشی سے دمک رہے تھے ان میں زارا بھی شامل تھی۔ عائشہ کو اس نے ہمیشہ اپنی بہن مانا تھا اور آج اس کی زندگی کا خوبصورت دن تھا۔ وہ اس کے لیے

www.urdu-novel-bank.com

خوش تھی۔

زبان کچھ فاصلے پر کھڑا کسی سے بات کر رہا تھا جب اس کی نظر زارا پر پڑی۔ اسے یوں مسکراتا دیکھ کر وہ بہت خوش تھا۔

کاش یہ مسکراہٹ یونہی تمہارے چہرے پر زینت بنی رہے۔ ”اس نے دل سے دعا کی۔ لڑکے والوں کی آمد کا شور پھیلا تو وہ ان کے استقبال کے لیے ان کی جانب بڑھ گیا۔

کھانے کے بعد کافی شور شرابا مستی مذاق کا سلسلہ جاری رہا پھر دھیرے دھیرے سب اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔ چند رشتے دار ان کے گھر پر ہی ٹھہرے تھے۔ جن میں

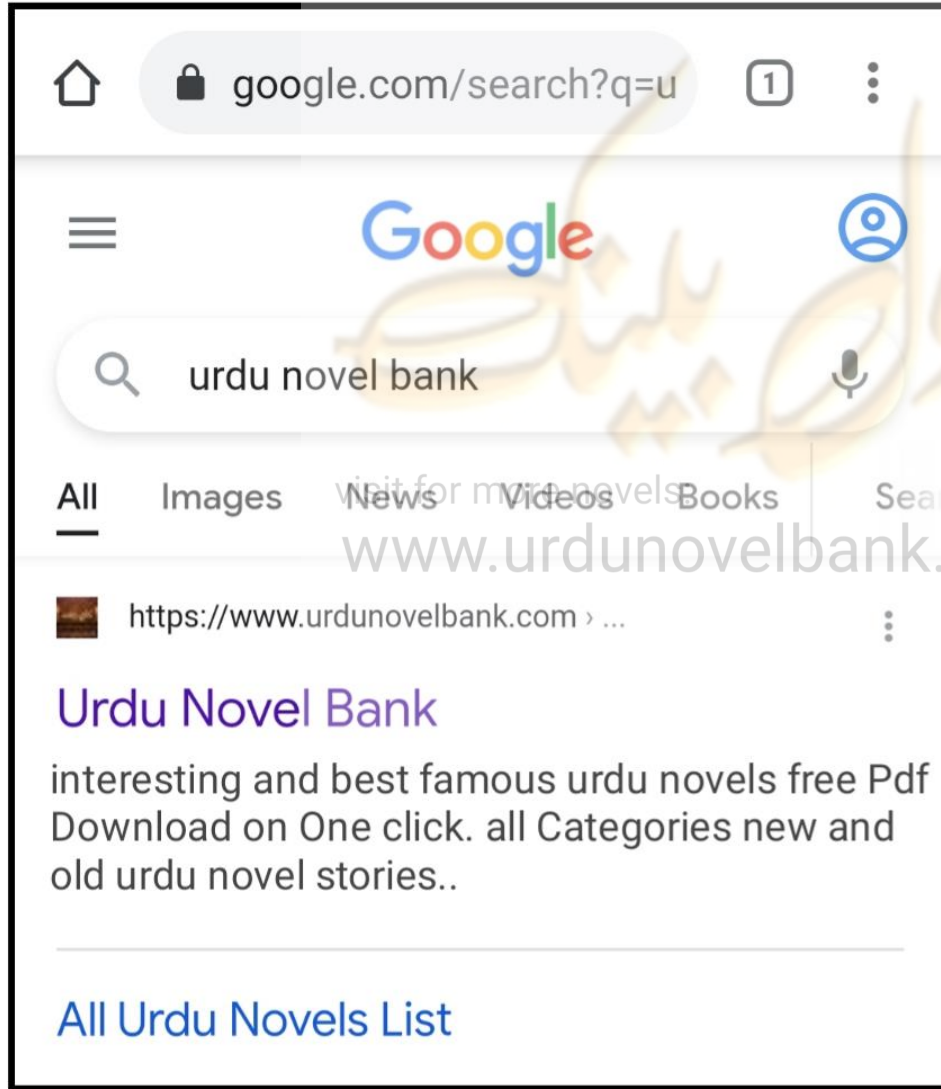
visit for more novels.
www.urdu-novel-bank.com

ملک فیملی بھی شامل تھی۔

★★★★★

اردو ناول اور سٹوریز کی سب سے بڑی ویب سائٹ

www.urduovelbank.com



Urdu Novel Bank
website

جہاں ملے آپ کو نئے
اور اچھے معیاری ناول
تمام کیٹگری میں۔۔۔

گوگل پر ٹائپ کریں

Urdu Novel Bank

اور ویب سائٹ سے
ڈاؤنلوڈ کریں ہزاروں
مکمل ناول مفت میں

دوسرے دن کا آغاز افراتفری میں ہوا تھا۔ ہر کوئی ادھر ادھر بھاگ رہا تھا۔ کوئی اپنے کپڑوں کے لیے پریشان تھا تو کسی کو اپنے میچنگ جیولری کی فکر تھی اور کسی کو مہمانوں کے اچھے سے استقبال کی فکر نے چین سے بیٹھنے نہیں دیا تھا۔ زارا اور نمرہ سب کے لیے چائے بنا کر لاونج میں آئیں تو ہر کوئی اپنی فکر کا کھاتہ کھولے گم صم نظر آیا انھوں نے سب کو چائے تمھائی تاکہ سب کی تمھکاوٹ اتر جائے۔

بچوں نے اسکول اور کالج سے پہلے ہی چٹھیاں لے لی تھیں اور دونوں اٹھتے ہی زیان سے باہر گھومنے کی ضد کر رہے تھے۔ اُن کے ساتھ ان کے کزن بھی تھے۔ ندا نعیم کی ڈانٹ کا بھی ان پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ ان کی مستقل مزاجی دیکھ کر زیان نے حامی بھر لی اور انھیں تیار ہونے کا کہہ کر خود بھی وہاں سے اٹھ گیا۔

زیان ... تمہیں انھیں منع کر دینا تھا! پہلے ہی تم اتنا سب کچھ دیکھ رہے ہو، تھکے ”

ہوئے ہو۔ ”ندا خاتون نے زیان کے تھکاوٹ زدہ چہرہ دیکھ کر کہا۔

ارے خالہ جان! پلیز غصہ نہ کریں۔ ہم جلدی لوٹ آئیں گے اور پھر میں چلا جاؤں گا۔
 تو بچوں کو کہاں موقع ملے گا۔ "اس نے ان کا غصہ کم کرنے کی کوشش کی اور بچوں کو
 لیے باہر چلا گیا۔ وہ لوگ ساحل سمندر پر کچھ وقت گزارنے کے بعد کھانا کھا کر لوٹے تھے
 لیکن اس میں بھی آدھا دن گزر گیا تھا۔

زیان جیسے ہی اندر داخل ہوا حلیمہ خاتون نے پکارا۔

"آگئے تم! کافی دیر لگا دی تم لوگوں نے؟"

جی ماما! گھومتے ہوئے وقت کا پتا ہی نہیں چلا۔ ہم نے دوپہر کا کھانا باہر ریسٹورنٹ میں "
 "ہی کھالیا ہے۔ آپ بتائیں کیا ہو رہا ہے؟"
 www.urdu-novel-bank.com

وہ ان کے برابر میں صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر بیٹھتے ہوئے بولا اور اپنا سر صوفے کی
 پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں۔

نیند آرہی ہے تو سو جاؤ!! انھوں نے اسے ٹیک لگائے دیکھ کر کہا۔

میں ٹھیک ہوں ماما! اس نے آنکھیں بند کیے جواب دیا تو حلیمہ خاتون اس کے پاس آکر بیٹھ گئیں۔

اچھا سنو! تم نمروہ اور زارا کو پارلر لے جاؤ گے یا تمہارے ڈیڈ کو بول دوں؟“ ان کے پوچھنے پر اس نے آنکھیں کھول کر ان کی جانب دیکھا۔

ڈیڈ کو رہنے دیں۔ میں لے جاؤں گا۔“ وہ سیدھا ہو کر بیٹھتے ہوئے بولا۔

ٹھیک ہے میں انہیں تیار ہونے کا کہہ دیتی ہوں۔“ حلیمہ خاتون کہتی ہوئیں لاؤنج سے نکل گئیں۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

وہ انہیں پارلر چھوڑ کر گھر واپس آگیا تھا۔ کچھ دیر آرام کرنے کے بعد شاور لے کر وہ فریش ہونا چاہتا تھا۔

ہال پہنچتے پہنچتے بھی اندھیرا پھیل گیا تھا۔ سب زرق برق سے تیار باراتیوں کا انتظار کر رہے تھے۔

زارا اور نمرہ تھوڑی دیر پہلے ہی پارلر سے سیدھا وہیں پہنچی تھیں۔ انھیں لینے نعیم صاحب گئے تھے۔ وہ دونوں بھی باقی لڑکیوں کے ساتھ مہمانوں کے استقبال کے لیے پھول کی پتیاں لیے داخلی راستے پر کھڑی ہو گئی تھیں۔

بڑی دھوم دھام اور شور شرابے کے ساتھ لڑکے والے آئے پھر سب سے ملنے ملانے کا سلسلہ جاری رہا۔ اسٹیج پر بیٹھی عائشہ سُرخ رنگ کے عروسی لباس اور مہارت سے کیے گئے میک اپ میں وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔

زارا حلیمہ خاتون کے ساتھ کھڑی تھی لڑکے والے کی طرف سے آئے مہمانوں سے مل رہی تھی۔

”یہ کون ہے، انھیں پہلے کبھی نہیں دیکھا؟“

فاروق کی والدہ کے ساتھ کھڑی ایک عورت نے پوچھا۔

یہ عائشہ کی خالہ جان ہیں۔ ”وہ ان سے چند دنوں پہلے ہی ملی تھیں۔“

ان کے ساتھ زارا ہے ، ندا کی بھتیجی۔ ”وہ انھیں زارا کے بارے میں بتا رہی تھیں۔

کتنی پیاری بچی ہے نا؟“ عائشہ کی ساس نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے اس کی خوبصورتی کو سراہا۔

”جی جانتی ہوں اسے۔ مل چکی اس سے۔ میں نے سنا ہے اسے طلاق ہو گئی ہے۔

اس عورت کی بات سن کر فاروق کی والدہ کے چہرے کے تاثرات بدل گئے۔

حلیہ خاتون وہیں کھڑی سب سن رہی تھیں۔ پھر زارا کی طرف دیکھا جس کا چہرہ یکدم بجھ سا گیا تھا۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

تو کیا لوگ اب زارا کے متعلق بات کرنے لگے ہیں۔

انھوں نے دل میں سوچا پھر خود کو سنبھالتے ہوئے اس کی طرف آئیں۔

آپ کو یہ بات کس نے بتائی؟“ وہ اس عورت سے مخاطب ہوئیں۔

ارے بہن ایسی باتیں کہاں چھپتی ہیں ‘ اتنی کم عمری میں ایسا حادثہ تو انسان کو توڑ دیتا ہے پھر طلاق جس بھی وجہ سے ہوئی ہو ایک طلاق یافتہ عورت کو معاشرہ اتنی آسانی سے قبول نہیں کرتا اور اگر کوئی اس پر ترس کھا بھی لے تو اسے وہ حیثیت نہیں ملتی جو باقی لڑکیوں کو ملتی ہے۔ میری کزن کی بیٹی کے ساتھ بھی یہی سب ہوا۔

اس عورت نے بولنا شروع کیا تو بولتی ہی چلی گئی۔ یہ بھی ایک سچ تھا معاشرے کی تلخ رویوں کا بوجھ کسی عورت کا مقدر بنتا ہے تو وہ راکھ ہو جاتی ہے۔ یہ سوچ کر ان کا دل ہر چیز سے اچاٹ ہو گیا تھا۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

آپ فکر مت کریں۔ میری زارا کے ساتھ ایسا کچھ نہیں ہوگا۔ وہ بہت اچھی بچی ہے اور ”مجھے یقین ہے میرا رب اس کے ساتھ اور کچھ بُرا نہیں کرے گا۔“

انھوں نے بگڑے تنفس کو بحال کرتے جبراً مسکراتے ہوئے کہا اور وہاں سے چلی گئیں۔

عائشہ کے رخصتی اور وہاں سے لوٹتے تک بھی ان کے دماغ میں ان عورتوں کی باتیں چل رہی تھیں۔

★★★★★

”تم نے پھوپھو جان کو منع کیوں نہیں کیا؟“

وہ ٹیرس پر کھڑا اسی کے بارے میں سوچ رہا تھا جب زارا اسے ڈھونڈتے ہوئے وہاں پہنچی۔ وہ اس کی آواز سن کر پلٹا۔ وہ رات کے اس وقت اُس کے سامنے کھڑی کافی غصے میں لگ رہی تھی۔ پچھلے کچھ دنوں سے ان کا سامنا نہیں ہوا تھا وہ اپنے کام میں مصروف تھا اور وہ پڑھائی کا کہہ کے کمرے میں ہی گھسی رہتی تھی۔ اس نے کئی بار اس سے بات کرنے کا ارادہ کیا لیکن ہر بار اپنی سوچ کی نفی کر دی۔

”کس بات سے؟“

رات کے اس وقت اسے یہاں دیکھ کر حیران ہوا تھا۔ اس سے بڑھ کر حیرانی اس کی بات سن کر ہوئی تھی۔ وہ کس حوالے سے بات کر رہی تھی۔

تم اچھی طرح جانتے ہو۔ میں کیا پوچھ رہی ہوں زیان۔ "اس کی آنکھوں میں غصہ تھا۔ وہ سمجھ گیا تھا وہ کس بارے میں پوچھ رہی ہے۔ عائشہ کے رخصتی سے واپس آنے کے بعد حلیمہ خاتون نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ اور زارا دونوں ایک ہو جائیں اور اس بارے میں وہ اس سے بات کر چکی تھی۔ اس نے ہمیشہ سے زارا کو ہی چاہا تھا پھر انکار کی کوئی وجہ ہی نہیں تھی لیکن سب سے بڑا مسئلہ زارا کی رضا مندی تھی۔ کیوں کہ وہ ایک ٹراما سے گزری تھی لیکن پرسوں ہی اسے حلیمہ خاتون نے بتایا تھا کہ زارا نے شادی کے لیے ہاں کر دی ہے۔

وہ اس سے اس بے وقوفی کی امید نہیں رکھتا تھا۔ اس لیے پُر سکون انداز میں بولا۔

تم جانتے ہو میں پھوپھو کو منع نہیں کر سکتی تھی۔ "وہ اپنا ہاتھ مسلتی ہوئے بولی۔ حلیمہ

خاتون نے اپنے دل کی بات اس سے شیئر کی تھی اور فیصلہ اس پر چھوڑ دیا تھا۔ اس

نے بہت سوچا لیکن پھر بھی انہیں انکار نہ کر سکی لیکن پچھلے کچھ دنوں سے وہ اندر ہی

اندر زیان کے اقرار سے غصہ تھی۔ اسے لگتا تھا کہ زیان اس پر ترس کھا رہا ہے تبھی ہر

طرح سے قابل ہونے کے باوجود اُس سے شادی کر رہا ہے اور اسی لیے وہ رات کے

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

اس وقت ٹیرس پر کھڑی اس سے سوال جواب کر رہی تھی۔

تم میری وجہ سے اپنی زندگی کیوں برباد کر رہے ہو زیان؟ تمہیں کوئی بھی لڑکی مل سکتی

ہے پھر میرے لیے ہاں کرنے کی کیا ضرورت تھی تمہیں۔ "اسے پر سکون دیکھ کر وہ

تقریباً چلائی تھی۔ اس نے سوچا تھا وہ ہاں کر بھی دے تو کیا ہوا زیان کی مرضی کے بغیر تو شادی نہیں ہوگی نا۔

تمہیں کس نے کہا کہ میں اپنی زندگی برباد کر رہا ہوں؟“ اس کا انداز نارمل تھا۔ وہ تحمل سے اس سے پوچھ رہا تھا۔

لیکن مجھ پر ترس کھا رہے ہو؟“ وہ آنکھوں میں آنسو لیے بولی تھی۔

تم..... تمہیں پتہ ہے تمہاری پروبلم کیا ہے؟“

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

‘ تم احساس کمتری کا شکار ہو

تمہیں لگتا ہے دنیا کا ہر انسان تم سے اچھا ہے اور تم خود کو حقیر سمجھتی ہو..... ایک بے چاری لڑکی!

تبھی تمہیں ایسا لگتا ہے کہ میں تم سے ہمدردی کر رہا ہوں لیکن یہ سچ نہیں ہے۔ سچ بتاؤں تو تم سے خوبصورت لڑکی میں نے آج تک نہیں دیکھی۔ آج کے اس دور میں ایسا

کون ہے جو خود سے پہلے دوسروں کا سوچتا ہے۔ خود چاہے تم جتنی بھی تکلیف میں ہو
”لیکن دوسروں کی تکلیف تم سے دیکھی نہیں جاتی ہے۔“

وہ اُس کی بات سُن کر حیرت سے اُسے دیکھ رہی تھی۔

زبان نے آگے بڑھ کے اس کے نازک ہاتھوں کو تھام لیا۔ وہ بے یقینی کی کیفیت میں
گھری رہی۔

میں نے تمہیں کسی کی دباؤ میں آکر اپنی زندگی میں شامل نہیں کیا ہے زارا بلکہ اپنی مرضی
”سے تمہیں اپنانا چاہتا ہوں۔“

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

اُس نے اس کا جھکا چہرہ تھوڑی سے پکڑ کر اپنی جانب کیا اور اس کے آنسو صاف کرتے
بولا۔

تم نے جتنا رونا تھا تم نے رو لیا لیکن اب میں تمہیں رونا نہ دیکھوں۔ ماضی کو ہم بدل
نہیں سکتے مگر اپنے حال کو بہتر بنانا ہمارے اپنے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ تم نے جو کچھ سہا

اس کا ازالہ بہت مشکل ہے لیکن جو زخم تمہارے دل پر لگے ہیں میں اپنی محبت سے اسے بھرنے چاہتا ہوں۔ تمہارے ساتھ اپنی زندگی کی آخری سانس تک جینا چاہتا ہوں۔ کیا تمہیں اب بھی لگتا ہے مجھے تم سے ہمدردی ہے؟ ”وہ یک ٹک اسے دیکھے گئی۔

چاہو تو تم مجھ سے وعدہ لے لو۔ زندگی کے کسی موڑ پر تمہیں مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔ "وہ پرت در پرت اس پر کھل رہا ہے اور وہ بے یقینی میں گھری اس کی باتیں سن رہی تھی۔

ایسی بات نہیں ہے۔ "اُس نے آہستگی سے کہا۔

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

تو تم پھر اٹے سیدھے خیال اپنے دماغ سے نکال دو۔ جاؤ جا کر سو جاؤ رات بہت ہو گئی ہے۔ ”اس نے کہا تو وہ خاموشی سے اپنے کمرے میں چلی آئی۔ زبان سے بات کر کے اس کی ساری غلط فہمیاں دور ہو گئی تھیں لیکن اس کے ساتھ ایک نئے رشتے میں بندھنے سے وہ ہچکچا رہی تھی۔

وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ اس کے انکار کرنے پر دونوں ماں بیٹے پیچھے ہٹ جائیں گے
پر کبھی نہ کبھی تو اسے ایک نئے رشتے میں بندھنے کو کہا جاتا اور اگر پھر سے کسی زبیر
جیسے شخص کا سامنا کرنا پڑتا تو وہ کیا کرتی اس لیے اس نے خاموشی اختیار کر لی تھی اور
اپنی قسمت کا فیصلہ اللہ پر چھوڑ دیا تھا۔

★★★★★

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

..... کچھ مہینوں بعد

اور کتنا ٹائم لگے گا؟“ اسے چوڑیاں پھینتے دیکھ کر زیان نے اس سے سوال کیا۔ اُن کی بارہ بجے کی فلائٹ تھی۔ زیان کا پوچھنا تھا کہ زارا نے اسے گھوری سے نوازا۔ وہ پچھلے تیس

منٹ سے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا اپنے بال بنانے میں مصروف تھا اور اپنا کام ختم ہوتے ہی اسے وقت کے نکلنے کا احساس دلا رہا تھا۔

اب ایسے کیوں دیکھ رہی ہو یار۔ ہمیں نکلنا ہے۔ رستے میں بہت ٹریفک ہوگا۔ "زارا کو خود کو یوں گھورتے دیکھ کر اس نے اپنا دفاع کیا تو وہ بے ساختہ مسکرائی۔ زیان نے اسے اپنی شریک حیات کے روپ میں قبول کیا تھا تب سے وہ اس کی چھوٹی سی چھوٹی چیز کا خیال رکھتا تھا۔ اس کے ساتھ رہتے تو جیسے مسکراہٹ اس کے لبوں کی زینت بن گئی تھی۔

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

جب وہ دونوں تیار ہو کر نیچے آئے تو حلیمہ خاتون اور ملک صاحب کو اپنا منتظر پایا۔

وہ دونوں انھیں ایئر پورٹ چھوڑنے جانے والے تھے۔ زارا کے سمسٹر شروع ہونے میں وقت تھا اور زیان کو انھوں نے زبردستی چھٹی دلا دی تھی تاکہ وہ لوگ ایک دوسرے کے

ساتھ وقت گزار سکیں اسی لیے شادی کے دو ماہ بعد وہ دونوں ایک ساتھ امریکہ جا رہے تھے۔

ٹریفک سے نکلنے ہوئے وہ چاروں ائیر پورٹ پہنچے تو فلائٹ میں بیٹھنے سے پہلے بہت ساری دعاؤں اور نصیحتوں کے درمیان حلیمہ خاتون سے گلے ملتے ہوئے وہ آبدیدہ ہو گئی تھی۔ اس نے اپنی ماں کو نہیں دیکھا تھا لیکن اتنے کم عرصے میں حلیمہ چھو پھو سے جتنی محبت ملی تھی ان سے دور جاتے ہوئے اس کا احساس ہو رہا تھا۔

ساری محبت تم ہی لے لو گی یا اپنی ماں سے مجھے بھی ملنے دو گی۔ ”زارا کو جذباتی ہوتا
دیکھ کر زیان نے منہ پھلائے کہا تو وہ شرمندہ سی ان سے الگ ہوتے اپنے آنسو صاف
کرنے لگی۔

پورے ڈرامہ ہوتم زیان " ! حلیمہ خاتون نے اس کے کان کھینچتے ہوئے کہا تو اس نے خود کو چھڑاتے ہوئے کہا۔

ہاں تو جب سے آئی ہے آپ پر پورا کا پورا قبضہ کر لیا ہے۔ تھوڑی بہت محبت میری لیے
”بھی چھوڑ دینا تھا نا اسے۔“

اس کی بات سن کر حلیمہ خاتون کے ساتھ ملک صاحب بھی بیٹے کی نوٹنکی کو داد دی
تھی اور زارا مسکراتے ہوئے سوچ رہی تھی کہ زیان اس کی زندگی میں آزمائش کے بعد
ملنے والا اس کی طرف سے وہ تحفہ تھا جس کا شکر ادا کرتے اُسے اللہ پر بہت پیار آتا
تھا۔ اس کے سارے زخم دھیرے دھیرے مٹتے جا رہے تھے کیوں کہ اسے ایک مہربان
ساتھی سے نوازا گیا تھا۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

ختم شد

جوائن ناول بینک فیس بک گروپ

www.facebook.com/groups/NovelBank

انسٹاگرام پر ناول بینک کو فالو کریں

www.instagram.com/pdfnovelbank

www.urduNovelBank.com

بہترین اور اچھی اچھی اردو سٹوریز پڑھنے کے لئے یہ یوٹیوب چینل سسکرائب کریں۔

<https://youtube.com/c/OnlineUrduNovel>